امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ اجمل سلطان پوری مرحوم
■ یہ سفر قبول کرلے (تبصرہ کتاب)
■ سیاست میں گرتی ہوئی اخلاقی قدریں
■ جنسی استحصال کے بڑھتے واقعات
■ مہر اور جہیز کی بے اعتدالیاں
■ اخبار جہاں، ہفتۂ رفتہ، ملی سرگرمیاں

جلد نمبر 60/70 شمارہ نمبر 08 مورخہ ۲۹؍ جمادی الثانی ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۴؍ فروری ۲۰۲۰ء روز سوموار

منصِف کا کرب

”ہماری عدالتیں رات کو کھولی جاتی رہی ہیں اور فیصلے ہوتے رہے ہیں، لیکن شہریت ترمیمی قانون کے حوالہ سے ایسا لگتا ہے کہ اسے غیر ضروری طور پر ٹالا جا رہا ہے“

”شہریت ترمیمی قانون، جموں وکشمیر سے دفعہ ۳۷۰ ہٹانے، رام مندر، ان آر سی سمیت کئی ایشوز ایسے ہیں، جن پر سپریم کورٹ نے انصاف پر مبنی قدم نہیں اٹھائے ہیں“۔ (اجیب پرکاش شاہ)

یہ اقتباس اجیت پرکاش شاہ کی ایک تقریر سے ماخوذ ہے، جو ہندوستان کی خبر رساں ایجنسیوں کے ذریعہ اخبارات میں شائع ہوا ہے، اجیت پرکاش شاہ کوئی عام آدمی نہیں ہیں، وہ دہلی ہائی کورٹ کے سابق چیف جسٹس اور لا کمیشن کے سابق صدر ہیں، اس کا مطلب ہے کہ وہ قانون کی باریکیوں سے پورے طور پر واقف ہیں اور چیف جسٹس ہونے کی وجہ سے عملی طور پر قانون کو نافذ کرنے اور انصاف دلانے کا انہیں طویل تجربہ ہے۔ اپنے طویل دور منصفی میں نہ معلوم کس کس طرح کے مقدمات ان کے سامنے آئے ہوں گے اور انہوں نے سماعت کے بعد اپنا فیصلہ سنایا ہوگا، خوش گمانی یہی کہتی ہے کہ انہوں نے انصاف کی کرسی پر بیٹھ کر انصاف کے تقاضوں کو پورا کیا ہوگا اور مظلوم کی داد رسی کی ہوگی۔ اس پورے دور میں انہوں نے عدلیہ کے وقار اور روایت کا پاس کرتے ہوئے بدلتے حالات اور جمہوریت کے اس اہم ستون کے انہدام پر زبان گنگ رکھی اور ہونٹ سل لیے، لیکن کب تک؟

ہر انسان کے اندر ایک ضمیر ہوتا ہے، خارجی حالات اور دباؤ ضمیر کو تھپکیاں دے دے کر سلا دیا کرتے ہیں، لیکن ان تھپکیوں نے اگر اسے بالکل مردہ نہ کر دیا ہو تو یہ بیدار ہو جاتا ہے اور جب وہ بیدار ہوتا ہے تو بولنے لگتا ہے، شعور ہی نہیں، تحت الشعور میں دبی باتیں بھی باہر نکل آتی ہیں، ایک بار جب ضمیر بیدار ہو جائے تو اسے روکنا ممکن نہیں ہوتا، ضمیر جاگ جائے تو زبان حق بیانی پر اتر آتی ہے، اور دماغ وہ سوچنے لگتا ہے، جو ہونا چاہیے تھا۔

عموماً عدلیہ کے فیصلوں کے خلاف کچھ بولا، لکھا نہیں جاتا ہے، کیوں کہ عدالت، ہتک عدالت کا مقدمہ چلا کر پابند سلاسل کر سکتی ہے، موٹی رقم جرمانے میں وصول کرنے کا بھی اسے حق ہے، یہی وجہ ہے کہ بابری مسجد کی زمین رام مندر ٹرسٹ کے حوالہ کر دی گئی تو کسی قسم کا کوئی مظاہرہ نہیں ہوا، ۳۷۰ کے معاملہ میں زبانیں گنگ رہیں، تین طلاق کے مقدمہ کو ایک خاص مذہب کے آئینہ سے دیکھا گیا؛ البتہ شہریت ترمیمی قانون کا تعلق چوں کہ عدالتی فیصلے سے نہیں، پارلیامنٹ کی قانون سازی سے تھا، اس لیے اس پر احتجاج، مظاہرے جاری ہیں، عدالت نے اس سلسلے کے مقدمات کی سماعت میں تاخیر کرکے پورے ہندوستان کو سراپا احتجاج بنانے میں خاموش تعاون کیا ہے، اس کے اس ریمارک پر بھی تنقید کی جا سکتی ہے کہ ”شہریت ترمیمی قانون پر سماعت اسی صورت میں ہوگی، جب تشدد رک جائے گا“۔

سابق چیف جسٹس اجیت پرکاش شاہ نے ان تمام امور پر کھل کر اپنی رائے ظاہر کی اور پوری بیداری ضمیر کے ساتھ سپریم کورٹ کے فیصلوں پر کھل کر تنقید کی، ان کے خیال میں عدالت عظمیٰ نے اکثریتی طبقہ سے جڑے لوگوں کے جذبات کا خیال رکھا اور حکومت کے نظریہ سے عدم اطمینان کا اظہار کرنے میں ناکام رہی، انہوں نے مشہور مجاہد آزادی اور گاندھی وادی شخصیت ال سی جین کی یاد میں منعقد ایک جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ ”سپریم کورٹ نے کئی معاملوں کی سماعت سے متعلق ترجیحات طے کرنے میں بھی غلطیاں کیں، کئی مواقع پر ایسا محسوس ہوا کہ عدالت کے پاس مفاد عامہ، شہری حقوق سے متعلق مقدموں کی سماعت کے لیے وقت نہیں ہے، اس میں تاخیر کی گئی“۔

اجیت پرکاش شاہ کی نظر میں آسام ان آر سی کے معاملہ پر بھی سپریم کورٹ کا رخ اطمینان بخش نہیں رہا، اس لیے کہ ”عدالت نے انہیں لوگوں کو شہریت ثابت کرنے کو کہہ دیا؛ جو ان آر سی سے متاثر تھے اور پریشان ہو کر انہوں نے شہریت کے حصول کے لیے درخواستیں دی تھیں، اس فیصلے سے عدالت نے گویا حکومت کی اس بات کو تسلیم کر لیا کہ جن کے پاس کاغذات نہیں ہیں، وہ غیر ملکی ہیں“۔

اجودھیا کے مسئلے پر بھی انہوں نے عدالت کے فیصلے سے بے اطمینانی ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ ”اس مسئلے میں ایکویٹی اہم ایشو تھا، لیکن سپریم کورٹ کے فیصلہ کی وجہ سے پورا ججمنٹ ہی مشتبہ ہے، کیونکہ ایسا لگتا ہے کہ ہندوؤں کے ذریعہ کیے گیے غیر قانونی اقدام کی بات تسلیم کرنے کے باوجود عدالت نے اپنے فیصلے سے غلط کرنے والے کو انعام دیا ہے“۔

یہ فیصلہ چیف جسٹس رنجن گگوئی نے دیا تھا، جنہوں نے عدلیہ کی تاریخ میں پہلی بار پریس کانفرنس کرکے عدالت کے طریقۂ کار اور فیصلوں پر سوالات اٹھائے تھے، لوگ سمجھ رہے تھے کہ اتنے بڑے اقدام کے بعد وہ چیف جسٹس شاید نہیں بن پائیں، لیکن وہ اس عہدے تک پہونچے اور جن امور پر انہوں نے بے اطمینانی کا اظہار کیا تھا خود بھی اس کا حصہ بن گیے اور بابری مسجد کی زمین ان کے فیصلے سے رام مندر ٹرسٹ کو مل گئی، نظر ثانی کی اپیل بعد میں ان کے جانشیں نے خارج کرکے سارا راستہ ہی بند کر دیا۔

سابق چیف جسٹس اجیت پرکاش شاہ نے جن فیصلوں کو بیداریٔ ضمیر کے ساتھ تنقید کا موضوع بنایا ہے وہ واقعتاً اسی لائق ہیں، ہندوستان کے شہریوں کے عام احساسات وہی ہیں، جس کا اظہار انہوں نے کیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ ہماری عدالتیں رات کو کھولی جاتی رہی ہیں اور فیصلے ہوتے رہے ہیں، لیکن شہریت ترمیمی قانون کے حوالہ سے ایسا لگتا ہے کہ اسے غیر ضروری طور پر ٹالا جا رہا ہے، جب کہ پورا ملک سراپا احتجاج بنا ہوا ہے، شاہین باغ نئی تاریخ رقم کر رہا ہے، اور پورا ملک ہیجان میں مبتلا ہے، ایسے میں اجیت پرکاش کا یہ کہنا کہ سپریم کورٹ نے کئی معاملوں کی سماعت سے متعلق ترجیحات طے کرنے میں غلطیاں کی ہیں، اس سے کوئی بالغ نظر اور باشعور آدمی انکار کر سکتا ہے، اس سے زیادہ سخت بیان سپریم کورٹ کے فاضل جج ارون مشرا کا آیا ہے، ٹیلی کام کمپنیوں کے ایڈجسٹیڈ گراس ریوینیو (اے جی آر) قضیے پر سماعت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ”اگر ایسی بات ہے اور قانون پر عمل نہ کرنے کے لیے سرکاری طور پر احکامات جاری ہونے لگے ہیں تو پھر سپریم کورٹ کو تالا لگا دینا چاہیے“ انہوں نے کہا کہ ”ہمیں معلوم نہیں کہ یہ بے تکی حرکتیں کون کر رہا ہے، وہ بہت زیادہ دکھی ہیں، کیا اس ملک میں قانون کی کوئی بالا دستی نہیں بچی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اب اس ملک میں کام نہیں کرنا چاہیے، ہم اس طرح کے حالات میں کام نہیں کر سکتے، سپریم کورٹ کو ٹھپ کر دینا چاہیے اور بہتر ہے کہ اس ملک کو ہی چھوڑ دیا جائے، یہاں پیسے کی طاقت بہت ہے“ انہوں نے کہا کہ ”دیش میں جس طرح کی چیزیں وقوع پذیر ہو رہی ہیں، اس سے ہماری انتر آتما (روح) ہل گئی ہے، ہم نے اے جی آر معاملہ میں نظر ثانی عرضی خارج کر دی تھی، لیکن اس کے بعد بھی ایک پیسہ جمع نہیں کیا گیا“ جسٹس ارون مشرا کا یہ تبصرہ اس وجہ سے تھا کہ عدالت کے فیصلے کے باجود محکمہ ٹیلی کام کے ایک افسر نے اس فیصلہ پر عمل درآمد روک دیا تھا، سوچیے اب عدلیہ میں بھی کیا بچ گیا ہے۔

بین السطور

”اس سے زیادہ سخت بیان سپریم کورٹ کے فاضل جج ارون مشرا کا آیا ہے، ٹیلی کام کمپنیوں کے ایڈجسٹیڈ گراس ریوینیو (اے جی آر) قضیے پر سماعت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ”اگر ایسی بات ہے اور قانون پر عمل نہ کرنے کے لیے سرکاری طور پر احکامات جاری ہونے لگے ہیں تو پھر سپریم کورٹ کو تالا لگا دینا چاہیے“ انہوں نے کہا کہ ”ہمیں معلوم نہیں کہ یہ بے تکی حرکتیں کون کر رہا ہے، وہ بہت زیادہ دکھی ہیں، کیا اس ملک میں قانون کی کوئی بالا دستی نہیں بچی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اب اس ملک میں کام نہیں کرنا چاہیے، ہم اس طرح کے حالات میں کام نہیں کر سکتے، سپریم کورٹ کو ٹھپ کر دینا چاہیے اور بہتر ہے کہ اس ملک کو ہی چھوڑ دیا جائے، یہاں پیسے کی طاقت بہت ہے“۔

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

دینی مزاج

”آپ کی ذمہ داری ہے کہ اپنے بچوں کو دین سکھائیں اور دینی مزاج تیار کریں، ان کی دینی تعلیم کا نظم کریں اور ایسی تربیت کریں کہ دین ان کے دل میں اتر جائے اور عمل سے جھلکے، دین اور اسلامی تہذیب کے دل میں اتر جانے کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اسے جب کوئی چیز بھلی لگے تو اس کی زبان سے الحمد للہ اور سبحان اللہ بے اختیار نکل جائے۔

(مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم)

بلا تبصرہ

”شہریت ترمیمی قانون کے خلاف ملک بھر میں ہو رہے مظاہروں میں کچھ بھی حیران کرنے والا نہیں ہے، مظاہرین کے ساتھ سرکاری مشنری کا سلوک مایوس کن ہے اور نجی طور پر مجھے عدالت کی آواز تقریباً غائب محسوس ہو رہی ہے، یا پھر مضبوط حکومت میں عدلیہ کی آواز ”دب سی گئی ہے“۔

(سابق جج اجیت پرکاش شاہ)

اللہ کی باتیں ، رسول اللہ کی باتیں

(از: مولانا رضوان احمد ندوی)

مصیبت وپریشانی کا حل

اے ایمان والو! صبراور نماز کے ذریعہ اللہ سے مدد چاہو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔
(سورہ بقرہ/۱۵۴)

تشریح:۔ جب کوئی بندہ مومن مصیبت اور پریشانی کے وقت اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، دعاومناجات کے ذریعہ امید باندھ کر مصیبت کے دفع ہونے کا انتظار کرتا ہے تو یقین مانئے کہ اللہ کی رحمت اس پر متوجہ ہوتی ہے، اور مصیبت دور کردی جاتی ہے، اللہ رب العزت سے لولگانے کا دوطریقہ ہوتا ہے، ایک تو یہ کہ انسان جن مشکلات میں گھرا ہوا ہے، اس پر صبر وسکون کے ساتھ اللہ کی مدد کا طلبگار بنا رہے، نہ اس پر گھبراہٹ طاری ہو اور نہ ہی وہ شکوہ وشکایت کرتا پھرے، بلکہ آس لگائے مصیبت دینے والے سے ہی اسکو دور کردینے کی تمنا اور آرزو رکھے، جب بندہ کا یقین اس درجہ پختہ ہوجاتا ہے تو پھر باران رحمت کے جھونکے چلتے ہیں اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس کو اس مصیبت سے نجات مل جاتی ہے، مصیبت دور کرنے کا دوسرا طریقہ نماز ہے کہ بندہ مصیبت کے وقت اللہ سے نماز کے ذریعہ مشکلات کو دور کرنے کی التجا کرے، اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں پر شرمندگی اور ندامت کے آنسو بہائے ،ضعف وعجز کا اظہار کرے تو اللہ کو اس کے حال پر ترس آتا ہے، چونکہ اس کو اپنے بندہ سے پیار ہے، اس لئے اللہ اس کو اس مصیبت سے چھٹکارا دیتے ہیں، چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ جب کوئی دشواری پیش آتی تو نماز پڑھنے میں مشغول ہوجاتے، جب کبھی رات کو تیز ہوا چلتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی طرف رخ فرماتے اور جب تک ہوا تھم نہ جاتی وہیں تشریف رکھتے، اسی طرح جب سورج یا چاند گرہن ہوتا تو نماز کے لئے کھڑے ہوجاتے یہاں تک کہ گرہن دور ہوجاتا، ایک موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا: ''یا بلال اقم الصلاہ ارحنابھا'' اے بلال نماز کی تیاری کرواورا سکے ذریعہ ہمیں آرام دو، صحابہ، تابعین، تبع تابعین، بزرگان دین اور اولیاء کرام کا بھی یہی معمول رہا ہے کہ ہر مصیبت اور پریشانی کے وقت اللہ کی طرف متوجہ ہوتے اور نماز میں مشغول ہوجاتے، گویا نماز مومن کی جائے پناہ ہے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے لکھا ہے کہ نماز مومن کے لئے اس محبت کرنے والی ماں سے بھی زیادہ پناہ لینے ، سرچھپانے اور آرام پانے کی جگہ اور اس کی گود سے بھی زیادہ راحت رسائی اور جنت بداماں ہے جو ایک یتیم ،ضعیف وعاجز، بے سہارا اور لاڈلے بچے کے لئے ہر وقت کھلی رہتی ہے، اور جب بھی بچہ کو کسی قسم کے گزند اور نقصان کا خطرہ ہوتا ہے، کوئی اس کو چھیڑتا اور پریشان کرتا ہے یا اس کو بھوک وپیاس ستاتی ہے، یا وہ کسی چیز سے سہم جاتا ہے تو فوراماں سے چمٹ جاتا ہے اور اس کی گود میں بیٹھ کر سمجھ لیتا ہے کہ وہ سب سے محفوظ ہوگیا، اسی طرح نماز بھی مومن کی سب سے بڑی پناہ گاہ اور جائے قرار ہے، یہ وہ مضبوط رسی ہے جو اس کے اور اس کے رب کے درمیان پھیلی ہوئی ہے، وہ جب چاہے اس رسی کو مضبوطی سے تھام کر اپنی حفاظت کی ضمانت حاصل کرسکتا ہے، یہ اس کی روح کی غذا، درد کا درماں، زخم کا مرہم، بیماری سے شفا اور اس کا سب سے بڑا ہتھیار اور سہارا ہے، (ارکان اربعہ ص ۴۶)

لیکن افسوس یہ ہے کہ بہت سے لوگ مصیبت کے وقت دنیاوی تدبیریں کرتے ہیں اور سارا وقت اور جان ومال انہیں تدبیروں میں لگادیتے ہیں، لیکن نماز کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور نہ ہی سچے دل سے دعاء کرتے ہیں ،حالانکہ دفع مصائب کا سب سے کامیاب علاج نماز اور دعا ہی ہے، ہاں اگر ظاہری تدبیر اختیار کریں تو اس وقت بھی اللہ سے مدد کے خواستگار رہیں خارجی اسباب کو اختیار کرکے نماز کے ذریعہ حل مشکلات کی دعا کرنا مومنانہ شان کی علامت ہے۔

نیکیوں سے عمر میں برکت ہوتی ہے

حضرت رافع بن مکیثؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسن اخلاق خیر وبرکت میں اضافہ کرتا ہے، بدخلقی نحوست لاتی ہے، نیکیوں سے عمر میں برکت ہوتی ہے، اور صدقہ حالت نزع کی تکلیف کو دور کرتا ہے (ابوداؤد شریف)

مطلب:۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ اخلاق وکردار کی بلندی خیر وبرکت کا ذریعہ ہے، کیونکہ ایسے ہی لوگ عزت واحترام کی نظروں سے دیکھے جاتے ہیں، جو باہمی تعلقات میں حسن اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں اور عام لوگوں سے بھی خندہ روئی سے ملتے جلتے ہیں، اپنے رفتار وگفتار میں اعتدال وتوازن کو برقرار رکھتے ہیں، ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں کیلئے دل سے بھی دعائیں نکلتی ہیں جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ ان پر خیر وبرکت کی بارش برساتے ہیں، اس کے بالمقابل ترش مزاج رکھنے والے لوگوں سے ہر کوئی دوری بنائے رکھتا ہے، اس سے ملنے جلنے ،اٹھنے بیٹھنے سے کتراتے ہیں، کیونکہ وہ کب اور کس وقت تلخی اور بے روخی کا طریقہ اختیار کرلے، اس لئے حدیث پاک میں بدخلقی کو نحوست سے تعبیر کیا گیا ہے، اسی طرح ہر شخص کو تمنا ہوتی ہے کہ اس کی عمر دراز ہو ایسے لوگوں کو چاہئے کہ وہ خیر وبھلائی اور نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں، کیونکہ نیکوکاری عمر میں برکت اور زیادتی کا سبب ہے، اور آخری بات یہ ہے کہ اگر اللہ نے آپ کو مال ودولت کی نعمت سے نوازا ہے، تو اس کو راہ خدا میں خرچ کیجئے، اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ موت کے وقت کی سختی سے محفوظ رہیں گے اور آسانی کے ساتھ رب ذوالجلال سے جاملیں گے، اور دنیا میں اللہ تعالیٰ مختلف قسموں کی مصیبتوں سے نجات دلائے گا، ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ الصدقة تسد سبعین بابا من البلا صدقہ بلاؤں کے ستر دروازے کو بند کرتا ہے اور آخرت میں بلندی درجات کا باعث ہوتا ہے، بخل وکنجوسی دنیا وآخرت کے لئے نقصان دہ ہے، اللہ فرماتے ہیں کہ ''یوم لاینفع مال ولابنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم'' جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد، مگر وہاں جو اللہ کے پاس پاک دل لے کر آئے گا، اس لئے اس دن کے آنے سے پہلے غریب محتاج اور ضرورتمندوں کی حاجت روائی کیجئے، اپنے اندر مالی قربانیوں کا جذبہ ابھاریئے ،مذکورہ حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں باتوں کی طرف نشاندہی فرمائی ہے۔

دینی مسائل

(از: مفتی محمد احتکام الحق قاسمی)

نماز میں قبلہ کی حیثیت

نماز میں قبلہ کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟ اگر کوئی آدمی جان بوجھ کر قبلہ کے علاوہ کسی دوسری سمت میں رخ کرکے نماز پڑھ لے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجـــــواب و باللّٰہ التـــــوفیق

نماز میں استقبال قبلہ شرط ہے ، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:''وَ مِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْھَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ حَیْثُ مَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ شَطْرَہٗ.''(سورة البقرہ/۱۵۰)

(اے نبی) آپ جہاں بھی جائیں نماز میں اپنا رخ مسجد حرام ہی کی طرف رکھیں، (اور مسلمانو!) تم بھی جہاں کہیں رہو نماز میں اپنا رخ مسجد حرام ہی کی طرف رکھو۔

لہٰذا عام حالات میں قبلہ سے انحرام درست نہیں ہے۔ اگر کسی نے جان بوجھ کر بغیر کسی عذر شرعی کے کسی اور سمت رخ کرکے نماز پڑھی تو شرعاً نماز نہیں ہوگی، اعادہ لازم ہے۔

''لا یجوز لأحداداء الفریضة و لا نافلة و لاسجدة تلاوة و لا صلوٰة جنازة إلا متوجھاًإلی القبلة کذا في السراج الوھاج '' (الفتاویٰ الھندیة: ۱/۶۳)

فإن صلی منحرفاًعن الکعبة غیر مواجھة لشئی منھا لم یجز لأنه ترک التوجه إلی القبلةمع القدرة علیهو شرائط الصلوٰة لا تسقط من غیر عذر.(بدائع الصنائع: ۱/۳۱۲)

قبلہ مشتبہ ہوجائے تو کیا کرے؟

سفر میں عام طور پر قبلہ کے بارے میں شبہ ہوجاتا ہے، صحیح سمت کا پتہ نہیں چلتا ہے، ایسی صورت میں نماز کی ادائیگی کی کیا شکل ہوگی؟

الجـــــواب و باللّٰہ التـــــوفیق

اگر سفر میں سمت قبلہ کا صحیح اندازہ نہ ہوسکے اور گرد وپیش میں کوئی بتانے والا موجود ہو تو اس سے دریافت کرلے اور اگر کوئی بتانے والا نہ ہو تو خود غور وفکر کرے اور جس طرف طبیعت کا رجحان ہو اس طرف رخ کرکے نماز پڑھ لے، نماز ہوجائے گی۔

وإن کان عاجزاً بسبب الاشتباہ و ھو أن یکون فی المفازةفي لیلة مظلمةأو لا علم له بالامارات الدالة علی القبلة فإن کا ن بحضرته من یسأله عنھالا یجوز له التحری لما قلنا بل یجب علیه السوال...... وإن لم یکن بحضرته أحد جاز له التحری......
فتجوز له الصلاة بالتحری لقوله تعالیٰ ''فَأَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ''(بدائع الصنائع: ۱/۳۰۹-۳۱۰)

نماز کے بعد قبلہ کی غلطی کا علم ہوا

تحری کرکے نماز ادا کی ابھی سلام پھیرا ہی تھا کہ ایک صاحب نے کہا کہ آپ نے غلط رخ کرکے نماز ادا کی قبلہ دوسری جانب ہے، ایسی صورت میں نماز ہوگئی یا پھر سے پڑھنی ہوگی؟

الجـــــواب و باللّٰہ التـــــوفیق

صورت مسئولہ میں جب کہ نماز شروع کرنے سے پہلے کوئی بتانے والا نہیں تھا اور خود غور وفکر کرکے اپنی طبیعت کے رجحان کے مطابق نماز ادا کرلی تو نماز ہوگئی، بعد میں غلطی کا علم ہونے سے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔''وإن اشتبھت علیه القبلة و لیس بحضرته من یسأله عنھا اجتھد و صلی فإن علم أنه أخطأ بعد ماصلی لا یعیدھا''(الفتاویٰ الھندیة : ۱/۶۴)

وقید بالتحری لأن من صلّی ممن اشتبھت علیه بلا تحرّ فعلیه الاعادة (البحر الرائق: ۱/۵۰۱)

وإن شرع بلا تحرّ لم یجز وإن أصاب لترکه فرض التحری، إلا إذا علم إصابته بعد فراغه فلا یعید اتفاقًا.(الدر المختار: ۱/۶۹)

تحری کے بغیر غلط رخ میں پڑھی گئی نماز کا حکم

ایک صاحب نے عشاء کی نماز اتر رخ کرکے پڑھ لی اس وجہ سے کہ اس کو یقین تھا کہ پچھّم ادھر ہی ہے، اسی یقین کی وجہ سے اس نے نہ تو کسی سے پوچھنے کی ضرورت محسوس کی اور نہ ہی تحری کی۔ نماز کے بعد غلطی کا علم ہوا تو ایسی صورت میں نماز کا اعادہ ضروری ہوگا یا نہیں؟ اگر غلطی کا علم نہیں ہوتا تو نماز صحیح ہوتی اور وہ ذمہ سے سبکدوش ہوتا یا نہیں؟

الجـــــواب و باللّٰہ التـــــوفیق

صورت مسئولہ میں شخص مذکور کو نماز کے بعد اگر اپنی غلطی کا علم نہیں ہوتا تو نماز شرعاً صحیح و درست ہوتی، اور وہ ذمہ سے سبکدوش ہوجاتا۔ لیکن جب اپنی غلطی کا علم ہوگیا، خواہ کسی کے بتانے کے ذریعہ ہو یا خود کے مشاہدہ کے ذریعہ تو ایسی صورت میں اس کی نماز نہیں ہوگی ، اعادہ ضروری ہے۔ جیسا کہ کسی نے لاعلمی میں ناپاک کپڑے میں نماز پڑھ لی اور بعد میں کپڑے کی ناپاکی کا علم ہوا تو نماز کا اعادہ ضروری ہے۔''اما إذا لم یخطر بباله شئی و لم یشک و صلی إلی جھة من الجھات فالأصل ھوالجواز......لأن التحری لا یجب علیه إذا لم یکن شاکا. فإذا مضیٰ علی ھٰذه الحالة و لم یخطر بباله شئیصارت الجھة التی صلی إلیھا قبلةله ظاھراًفإن ظھر أنھا جھة الکعبة تقررا لجوازفأما إذا ظھر خطأه بیقین بأن انجلی الظلامو تبین أنه صلی إلی غیر جھة الکعبةأو تحریو وقع تحریه علی غیرالجھةالتی صلی إلیھا.إن کان بعد الفراغ من الصلوٰةیعیدو إن کان فی الصلوٰة یستقبل لأن ما جعل حجة بشرط عدم الاقوی یبطل عند وجوده کالاجتھاد إذا ظھر نص بخلافه''(بدائع الصنائع: ۱/۳۱۰) واللّٰه تعالیٰ اعلم بالصواب

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان
ہفتہ وار نقیب
پھلواری شریف

پھلواری شریف

جلد نمبر 60/70 شمارہ نمبر 08 مورخہ ۲۹ر جمادی الثانی ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۴ر فروری ۲۰۲۰ء روز سوموار

عوامی تحریک

آزادی کے بعد ملک کی عوام نے جتنے بڑے پیمانے پر سی اے اے، ان آر سی اور ان پی آر کے خلاف تحریک چلا رکھی ہے، یہ تاریخ کا بڑا واقعہ ہے، الگ الگ ریاستوں میں الگ الگ مسائل پر عوامی تحریکیں چلائی گئی ہیں، بہار میں جے پی اندولن، دوسری ریاستوں میں جاٹ اندولن وغیرہ نے بھی دوررس اثرات مرتب کیے، لیکن کوئی ایسی عوامی تحریک جس کا کوئی متعین لیڈر نہ ہو اور کسی خاص سیاسی پارٹی کی سرپرستی کے بغیر پورے ملک میں اس تحریک کا پھیل جانا، اسمبلیوں میں تجاویز کا پاس ہوجانا اور مرکزی ریاست پانڈیچیری تک کا اس تحریک کا دست وبازو بن جانا معمولی بات نہیں ہے۔

یاد کیجئے ۱۵ر دسمبر کی وہ شب، جب پولس اہل کاروں نے جامعہ کے طلبہ کو تشدد کا نشانہ بنایا، خبر منٹوں میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، چند عورتیں اس خبر کو سن کر طلبہ کی ہمدردی وحمایت میں شاہین باغ میں آکر بیٹھ گئیں، پھر وہ جو کہتے ہیں کہ لوگ ساتھ آتے گیے اور کارواں بنتا گیا، سو خواتین آتی رہیں اور تاریخ بنتی رہی، جامعہ کے طلبہ پر جو ظلم ہوا تھا وہ ان آر سی اور سی اے اے کے خلاف آواز اٹھانے کی وجہ سے ہوا تھا، ایسے میں شاہین باغ میں بیٹھی خواتین کے احتجاج اور مظاہرہ کا بنیادی مقصد اس کالے قانون کو واپس لینا قرار پایا، دہلی کی سرد اور ہڈیوں کو کپکپا دینے والی ٹھنڈ نے ان عورتوں کے حوصلوں کو پست نہیں کیا، دھرنے پر بیٹھنے والی عورتوں کے ساتھ چھوٹے چھوٹے بچے بلکہ نوزائیدہ بھی شامل ہو گیے، معصوم، دنیا کی فریب کاریوں سے ناواقف ان بچوں نے بھی تحریک میں اپنی حصہ داری ادا کی، معاملہ آسان نہ تھا، پُرامن بیٹھی ہوئی ان خواتین کو پولس کے دباؤ کا سامنا تھا، ضروریات زندگی کی تکمیل کا سوال تھا، لیکن ملک کے دستور کی حفاظت اور شہریت کی بقا کا مسئلہ سب پر غالب رہا، مختلف مذاہب کے لوگ شاہین باغ کی اس تحریک کا حصہ بنے، ان کی ضروریات پوری کرنے کے لیے آگے آئے، کئی تنظیمیں الگ الگ ناموں سے وجود میں آئیں، حزب مخالف کے لوگ بھی ان کے دست وبازو بنے، حضرت امیر شریعت مفکر اسلام مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم نے دہلی اور پٹنہ میں کئی نشستیں کر کے ان کی دوریوں کو کم کیا اور اس ایک مسئلہ پر ان ڈی اے کے علاوہ پارٹیوں کا اتحاد قائم ہوا، ملک گیر پیمانے پر صوبے، قصبے، ضلع اور گاؤں کی سطح تک کی عورتیں میدان میں آگئیں، اس وقت پورے ملک میں ہزاروں کی تعداد میں عورتوں نے شاہین باغ بنا رکھے ہیں، اور ہندوستان کی تاریخ میں عملی طور پر ہماری خواتین نے ثابت کیا کہ ''لیڈیز فرسٹ'' الفاظ ہی نہیں ان کا عمل بھی ہے، بغیر منصوبہ بندی اور قیادت کے اس تحریک نے جس طرح پورے ملک میں اپنے پاؤں پھیلا دیے ہیں اور حکومت کا ناطقہ بند کر رکھا ہے، اس کی کوئی دوسری مثال ماضی قریب تو کیا ماضی بعید میں بھی نظر نہیں آتی، اس لیے کہ اس تحریک میں ہر طبقہ اور مذہب کے لوگ شامل ہیں، قلت وکثرت پر بحث ہوسکتی ہے لیکن اس سے انکار ممکن نہیں کہ ہندو مسلم سکھ، عیسائی سبھی کا تعاون اس تحریک کو مل رہا ہے، اس کے قائدین مسلسل جلسوں میں بیانات کر رہے ہیں، ان کی عوام کم شامل ہے، لیکن جیسے جیسے ان کی سمجھ میں بات آئے گی ان کی شمولیت کے اعداد وشمار میں اضافہ ہوگا۔

اس تحریک نے انقلابی ادبی رجحان نئی نسل میں پیدا کر دیا ہے، یہ اس تحریک کا بڑا مثبت پہلو ہے، جو لوگ قلم نہیں پکڑتے تھے، انہوں نے اس ظالمانہ قانون کے خلاف قلم پکڑ لیا ہے، فیض، حبیب جالب، بسمل کی وہ انقلابی نظمیں جن کو لوگ بھول گیے تھے ان دھرنوں میں پڑھی جاتی ہیں اور دل ودماغ میں شعلہ سا لپک جاتا ہے، فیض کی نظم پر یوگی حکومت نے پابندی لگائی، نتیجہ یہ ہوا کہ ہر مجلس میں اس کو گایا جانے لگا، فیض کے انقلابی تیور نے مظاہرین کے حوصلے کو بلند کر دیا اور اس حد تک ہی سہی، ہندو پاک کی سرحدی دیوار منہدم ہو کر رہ گئی، ایک نظم ''پھینکو بے شرم'' نے تو بی جے پی والوں کی نیند اڑا دی ہے، ''اے ظلمت شب شور نہ کر'' اور ''جھوٹی اور مکار حکومت ہے یہ ہندوستان کی'' لوگوں میں کافی مقبول ہے، ان نظموں کی مقبولیت کی وجہ ان کا انقلابی تیور اور ہجویانہ اسلوب ہے جو تحریک کاروں کو ان کے دل کی آواز معلوم ہوتی ہے۔

اس عوامی تحریک نے مقررین میں بھی اضافہ کیا ہے، جوشیلی تقریریں اور نئے نئے نکتے سننے کو مل رہے ہیں، جن میں صرف پھکر بازی نہیں، حقائق ہوتے ہیں اور ان کو سن کر لوگوں کے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔ نئی نسلوں میں مائک پکڑنے اور اپنی بات رکھنے کا سلیقہ آیا ہے، جسے اس تحریک کی دَین کہا جا سکتا ہے۔

امارت شرعیہ شروع سے بلکہ کئی ماہ قبل سے اس تحریک کے لیے لوگوں کو حوصلہ دلانے اور ابھارنے کا کام کرتی رہی ہے، حضرت امیر شریعت کے حکم پر امارت کے ذمہ داران اور کارکنان نے مختلف اضلاع کا دورہ کر کے اور دھرنوں میں خطاب کر کے اس تحریک میں نئی زندگی پھونکنے کا کام کیا ہے، دھرنے، بند، انسانی زنجیر ضلعی ہیڈ کواٹر اور بلاک سطح پر احتجاجی مظاہروں کو منظّم اور مؤثر بنانے میں امارت شرعیہ کے ذمہ داران، کارکنان، حضرات قضاۃ، ضلعی صدور وسکریٹری اور ارکان امارت کے بھرپور تعاون کے نتیجے میں تحریک آگے بڑھ رہی ہے اور اس وقت تک بڑھتی رہے گی جب تک یہ کالا قانون واپس نہیں ہوجاتا، برف پگھل رہی ہے، عدالت نے ثالثی کے لیے ایک کمیٹی بنا دی ہے اور گفت وشنید کے دروازے کھولے ہیں، ان دروازوں کو استعمال کرنے کے لیے بھی تحریک کاروں کو دور اندیشی اور حوصلہ مندی سے کام کرنا ہوگا، ورنہ فریب کاروں سے تو یہ دنیا بھری ہوئی ہے۔

مظاہرین غدار نہیں

بی جے پی دور حکومت میں بھاجپا کے کارندوں کی ذہنیت یہ بن گئی ہے کہ جو بھی مودی حکومت کے ظالمانہ، غیر منصفانہ اور کالے قانون کے خلاف آواز اٹھاتا ہے، یا اس کی غیر قانونی حرکتوں پر باز پرس کا حوصلہ جٹاتا ہے، اسے غدار وطن قرار دیا جاتا ہے اور اس پر مقدمات اس طرح لاد دیے جاتے ہیں کہ وہ اسی میں دب کر رہ جاتا ہے، گجرات فساد کے موقع سے یہ روایت شروع ہوئی اور آج تک اس کا تسلسل قائم ہے؛ بلکہ دن بدن اس میں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔

سی سے اے، ان آر سی اور این پی آر کے خلاف جو مظاہرے پورے ملک میں ہو رہے ہیں، یہ پُرامن ہیں، مظاہرین کی جانب سے جس صبر کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، دوسری طرف فرقہ پرست طاقتیں منصوبہ بند انداز میں مظاہرین پر حملہ آور ہو رہی ہیں، پولس ان کا ساتھ دے رہی ہے، اتر پردیش میں تو یہ سلوک عام ہے، دہلی پولس بھی کسی سے پیچھے نہیں ہے، ایک طرف تو یہ معاملہ ہے دوسری طرف یہ لوگ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا رہے ہیں اور ججوں سے درخواست کر رہے ہیں کہ مظاہرین چوں کہ پارلیامنٹ میں پاس شدہ ایک قانون کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں، اس لیے انہیں ملک کا غدار قرار دیا جانا چاہیے، پولس انتظامیہ اس کا سہارا لے کر بہت جگہوں پر احتجاج مظاہرے کو رکوا چکی ہے اور مظاہرین کے ساتھ ناروا سلوک روا سمجھا جا رہا ہے، قید وبند کی صعوبتیں دی جا رہی ہیں، اور واقعہ یہ ہے کہ اب تک بہتوں کی ضمانت بھی نہیں ہوئی ہے۔

ان حالات کو بدلنے اور شہریت ترمیمی قانون کے خلاف مظاہرہ کی اجازت کی غرض سے افتخار شیخ نے ممبئی ہائی کورٹ کے اورنگ آباد بینچ میں عرضی دائر کی تھی، سماعت کے بعد عدالت نے واضح کر دیا کہ ہندوستانی شہریوں کا کسی بھی قانون کے خلاف مظاہرہ کرنا ملک دشمنی یا غداری نہیں ہے، ایسے افراد کو ملک دشمن اور غدار نہیں کہا جا سکتا، عدالت نے کہا کہ کسی مظاہرے کو صرف اس لیے نہیں دبایا جا سکتا کہ وہ حکومت کے خلاف ہے، عدالت نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ لوگوں کو اپنی ہی حکومت کے خلاف احتجاج کرنا پڑ رہا ہے، عدالت کا موقف یہ تھا کہ شہریوں کو اس بات کا حق ہے کہ اگر وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ کوئی قانون ان کے خلاف ہے تو وہ اپنے حقوق کا دفاع کریں۔

اس سے قبل دہلی ہائی کورٹ نے بھی شہریوں کو احتجاج کے حق سے محروم کرنے کی کوشش پر اپنے سخت تبصرہ میں کہا تھا کہ ''آپ پورے ملک میں حکم امتناعی لگا کر احتجاج کے بنیادی حق کو نہیں روک سکتے''، ہائی کورٹ کا احساس تھا کہ یہ سارا مسئلہ اس لیے پیدا ہوا کہ پارلیامنٹ میں جو بات کہی جانی چاہیے تھی وہ نہیں کہی گئی، عدالت کا کہنا تھا کہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ مظاہرین سے بات چیت کرے۔

ادھر شاہین باغ مظاہرہ پر حکم امتناعی لگانے کی درخواست جو بھاجپا لیڈر نند کشور گرگ اور امت ساہنی نے دی تھی، اسے بھی سپریم کورٹ نے مسترد کر دیا ہے، سماعت کے دوران جسٹس جوزف نے کہا کہ لوگوں کو مظاہرہ کرنے کی اجازت ہونی چاہیے، جسٹس کول نے بھی اس کی تائید کی اور کہا کہ ہم یہ نہیں کہہ رہے کہ مظاہرین کو احتجاج کا حق نہیں ہے، سوال صرف اتنا ہے کہ احتجاج کہاں کیا جائے، اس سلسلے میں عدالت نے سینئر وکیل سنجے ہیگڑے کو مظاہرین سے مذاکرات کے لیے مقرر کیا ہے، مسٹر ہیگڑے نے اپنے ساتھ سینیر ایڈوکیٹ سادھنا رام چندرن کا نام پیش کیا، عدالت نے اسے تسلیم کرتے ہوئے انہیں اختیار دیا کہ وہ چاہیں تو وجاہت حبیب اللہ کو بھی اپنے ساتھ رکھ لیں اس طرح اب یہ سہ نفری کمیٹی شاہین باغ مظاہرین سے گفت وشنید کر کے شاہ راہ کو کھلوانے کی کوشش کرے گی، مذاکرہ اور ملاقات کی بات تو وزیر داخلہ امیت شاہ نے بھی کہی تھی، لیکن جب شاہین باغ کی دادی ماں نے امیت شاہ کی رہائش کا رخ کیا تو پولس نے انہیں روک دیا اور دفتر وزارت داخلہ نے یہ کہہ کر اپنا دامن جھاڑ لیا کہ وزیر داخلہ سے ملاقات کا وقت نہیں لیا گیا ہے، اب اگلی سنوائی ۲۴ر فروری کو ہوگی، دیکھنا ہے کہ حکومت کے رویے میں کچھ تبدیلی آتی ہے یا نہیں اور مذاکرات کرنے والوں کی کوشش کس حد تک کارگر ہوتی ہے،

باپ کا عمل، بیٹے کو سزا

جزاء سزا کے سلسلہ میں اسلام کا عمومی بنیادی اصول تو یہی ہے کہ ایک کی کرنی کی سزا دوسرے کو نہیں دی جائے گی، لیکن یہ دنیا ہے، یہاں سب کچھ ممکن ہے، کولکاتا پارک سرکس علاقہ میں غلام رسول مسجد کے قریب ایک گلی میں پچاسی سالہ محمد ظریف رہتے ہیں، ان کا پرانا نام ووٹر لسٹ میں شیخ مورول ہے، ۲۰۰۸ء میں جب انہیں اپنا پرانا نام اچھا نہیں لگا تو بدل کرا سے محمد ظریف کر دیا، آدھار کارڈ بھی ۲۰۱۴ء میں انہوں نے اسی بدلے ہوئے نام سے بنوایا، ادھر ان کا بڑا لڑکا پچاس سالہ اصغر علی جو ۱۹۸۰ء سے آسام میں بسلسلۂ معاش مقیم تھا اور کارپینٹر کا کام کرتا تھا، اس کے تمام شناختی کارڈ بشمول ووٹر کارڈ والد کے اسی پرانے نام سے تھے، ان آر سی میں بڑی جدوجہد کے باوجود وہ یہ ثابت نہیں کر سکا کہ محمد ظریف اصلاً ''شیخ مورول'' ہی ہے، خود محمد ظریف اپنے سارے کاغذات لے کر آسام پہونچے؛ لیکن افسروں نے کسی طرح ان کی نہیں سنی اور محمد اصغر علی کو ۲۰۱۷ء میں آسام فورن ٹریبونل نے تکنیکی بنیاد پر غیر ملکی قرار دے دیا، ۱۴ر جولائی ۲۰۱۷ء سے اصغر علی گول پارا ڈٹینشن کیمپ میں قید ہے، اصغر علی نے ٹریبونل کے اس فیصلے کے خلاف آسام ہائی کورٹ میں اپیل کی لیکن اسے راحت نہیں ملی، تھک ہار کر اس نے سپریم کورٹ میں اپیل کی، لیکن چیف جسٹس رنجن گگوئی اور جسٹس سنجیو کھنہ نے اس کی اپیل کو خارج کر دیا اصغر علی اب بھی ڈٹینشن کیمپ میں زندگی گذارنے پر مجبور ہے وہ اپنے ہی ملک میں غیر ملکی ہونے کی سزا کاٹ رہا ہے، پورے خاندان کی کفالت یہ تنہا کرتا تھا اب نہ محمد ظریف کا کوئی مددگار ہے نہ اس کے پاس علاج کے پیسے ہیں، کئی بہنوں کی شادی کی عمر گذری جا رہی ہے، خود اصغر علی کے بچوں کی تعلیم وتربیت اور ان کی کفالت کا بڑا مسئلہ ہے، باپ کے نام کی تبدیلی نے پورے خاندان کو مشکلات سے دوچار کر دیا ہے۔

سی اے اے اور ان آر سی لاگو ہوا تو اصغر علی جیسی کہانی گھر گھر دہرائی جائے گی، کتنے جمن اور بدھن میاں، اب عبداللہ عبد الرحمان کہے جا رہے ہیں، ان کے کاغذات یہ ثابت نہیں کر پائیں گے کہ جمن میاں، عبداللہ اور بدھن میاں، عبدالرحمان ہیں، اس قسم کی غلطیوں کی اصلاح کے لیے بار بار حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم کی طرف سے ہدایات جاری ہوتی رہی ہیں، لوگوں نے اس سمت میں محنت بھی کی ہے، لیکن اب بھی اس طرف مزید توجہ کی ضرورت ہے، کاغذ دکھائیں گے یا نہیں اس کا فیصلہ تو بعد میں ہوگا، لیکن جس قدر ووٹر کارڈ، آدھار کارڈ، پین کارڈ اور مختلف قسم کے دستاویزات کو درست کرانا ممکن ہو، اس قدر اس طرف توجہ دی جائے، یہ وقت کی بڑی ضرورت ہے۔ ورنہ بہتوں کو اس کی سزا بھگتنی پڑے گی۔

یادوں کے چراغ : مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

اجمل سلطان پوری مرحوم

۳رجمادی الاخریٰ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۹رجنوری ۲۰۲۰ء بروز بدھ شام کے ساڑھے سات بجے مشہور شاعر اجمل سلطان پوری نے سلطان پور کے محلّہ خیر آباد واقع اپنی رہائش گاہ پر اس دنیا کو الوداع کہا، ۶رجنوری ۲۰۲۰ء کو سخت بیمار ہونے پر انہیں شہر کے کرونا شری اسپتال میں داخل کیا گیا تھا، عمر طبعی، ضعف ونقاہت کی وجہ سے جسم امراض کا مسکن بن گیا تھا، علاج کے اثرات ظاہر نہیں ہورہے تھے، جسم کی دفاعی قوت ختم ہوچکی تھی، ڈاکٹروں نے ان کے کومہ میں چلے جانے کے بعد علاج کو مفید نہیں سمجھا اور ناامیدی کا اظہار کرتے ہوئے انہیں گھر لے جانے کا مشورہ دیا، چنانچہ گھر پر ہی انہوں نے آخری سانسیں لیں، جنازہ اگلے دن اٹھا اور جنازہ کی نماز کے بعد مقامی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، پس ماندگان میں انہوں نے دولڑکا اور دولڑکی کو چھوڑا، آخرت کے لیے روانہ کرتے وقت سینکڑوں کی تعداد میں علماء، شعراء، اُدبا، نقاد اور عام مسلمان موجود تھے، سب کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں اور سب کے دل ان کی جدائی میں غمگین تھے۔

اجملؔ سلطان پوری کے قلمی نام سے مشہور مرزا محمد اجمل بیگ بن مرزا عابد حسین بیگ کی صحیح تاریخ پیدائش جنوری ۱۹۳۵ء مطابق شوال ۱۳۵۳ھ ہے، صحیح اس لئے کہ یہ تاریخ پیدائش استقامت کانپور شمارہ نومبر ۱۹۷۷ء کے لیے انٹرویو دیتے وقت انہوں نے خود بتائی تھی، حالانکہ ویکیپیڈیا میں ان کی تاریخ ولادت ۱۹۲۳ء درج ہے، بعضوں نے ۱۹۲۶ء بھی لکھا ہے، ابھی چار سال کے بھی آپ نہیں ہوئے تھے کہ والد مرزا عابد حسین بیگ کا سایہ سر سے اٹھ گیا، ان کے بعد ان کے چھوٹے بھائی مرزا عبد القدوس بیگ کی ولادت بھی ہوچکی تھی، والدہ نے اپنے دونوں یتیم بچوں کی تعلیم وتربیت کا نظم کیا، خود مذہبی ذہن ودماغ پایا تھا، بریلی شریف کے بزرگوں سے والہانہ عقیدت تھی، سن شعور میں پہونچنے کے بعد جلد ہی ماں نے انہیں مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی سے بیعت کرادیا، اور چھوٹے بھائی مرزا عبد القدوس کو مولانا حبیب الرحمٰن بھدرک اڈیشہ کے زیر سایہ دے دیا، ان کی نعتوں، قصائد، منقبت اور حمد یہ شاعری میں بریلوی دبستان فکر کی پوری پوری چھاپ ہے، عقیدت مندوں میں اور کہنا چاہیے کہ عام مسلمانوں میں ان کی شہرت، شاعر اسلام، نقیب اہل سنت، عاشقِ رسول، مداح خیر الانام وغیرہ سے ہے۔

اجمل سلطان پوری کی جائے پیدائش سلطان پور شہر سے چودہ کلومیٹر دور کڈوار مارکیٹ سے قریب ہرکھ پور گاؤں میں ہوئی، زندگی کا ایک بڑا حصہ یہاں گذرا، سماجی برائیوں کے خلاف انہوں نے اپنے گاؤں میں جنگ چھیڑی، اس کی وجہ سے بہت سارے لوگ ان کے مخالف ہوگیے اور ان کو جان سے مار ڈالنے کی تیاری کرلی، کئی لوگوں نے مل کر انہیں زدوکوب کیا اور مردہ سمجھ کر انہیں چھوڑ گیے، حیات باقی تھی، پولس والوں کی نظر پڑی، اسپتال میں بھرتی کرایا، مقامی طور پر کنٹرول نہیں ہوا تو ممبئی جا کر علاج کرانا پڑا، زندگی باقی تھی اس لیے جاں بر ہوگیے، اس واقعہ کے بعد انہوں نے نقل مکانی کرلیا اور سلطان پور کے محلّہ خیر آباد میں آکر فروکش ہوگیے، یہ واقعہ ۱۹۶۷ء کا ہے، پھر اس کے بعد کبھی بھی انہوں نے اپنے گاؤں کا رخ نہیں کیا، زمین جائیداد پر ان کے وارثین قابض ہیں، لیکن انہوں نے ایک بار منہ موڑا تو موڑ لیا، وہ عزم وارادہ کے انتہائی پختہ شخص تھے، جو بات ذہن میں بیٹھ جاتی اس پر عمل کرتے؛ اپنی پوری زندگی میں وہ امریکہ اور پاکستان مشاعرہ پڑھنے نہیں گیے، امریکہ کی مسلم دشمنی کی وجہ سے وہ ان سے نفرت کرتے تھے، پاکستان سے وہ نفرت تو نہیں کرتے تھے، لیکن وہ اپنے کٹے ہوئے جسم کو دیکھنے کے روادار نہیں تھے، انہوں نے پوری زندگی ''پورے پورے ہندوستان'' کی جستجو میں گذار دی، ان کی نظم پورا پورا ہندوستان بہت مشہور ہوئی، انہوں نے اس نظم میں ہندوستان کے کھیت کھلیان، اسکول پگڈنڈیاں، سماجی قدریں، دیسی تان سبھی کچھ کا ذکر کیا ہے، اس نظم کو وہ کویت، دبئ، سعودی عرب کے مشاعروں میں بھی سنا آئے، ان کی دوسری نظم ''میں تیرا شاہ جہاں تو میری ممتاز محل، نعرۂ تکبیر اللہ اکبر، اے میری قوم کے نامور شاعر و خاص طور پر مشہور ہوئی، ایک زمانہ تھا جب وہ سیرت النبی کے جلسوں کی جان ہوا کرتے تھے، جس گاؤں میں وہ پڑھ دیتے، اس گاؤں کے بچے بچے ان کی نعتیں گنگنانے لگتے تھے، مدینہ تجھے سلام، کاش ایک بار دیکھ لوں حضور کا مزار، صدقہ لینے نور کا ان کے گھر سحر گئی، زیر سایۂ گنبد شام کا بسیرا ہے، یاد مدینہ جب آجائے وہ بھی اتنی رات گیے ان کی زندہ جاوید نعتیں ہیں۔

شاعری میں اجمل سلطان پوری، مشہور قصیدہ گو شاعر طفیل احمد طفیل، سلونوی کے شاگرد تھے، بعد میں نوح ناروی کی شاگردی انہوں نے اختیار کی، ان کا پہلا شعر طفیل احمد طفیل کی ایک منقبت کا ہے جو حضرت علی کی شان میں تھا، استاد نے پسند کیا اور اسے اپنا مطلع بنایا۔

خالی وجود عشق سے کون ومکاں نہیں — اے شمع حسن تیرے پتنگے کہاں نہیں

یہ شعر فی البدیہہ انہوں نے کہا، استاذ اپنے مطلع کے ہلکا ہونے سے پریشان تھے، اجملؔ کا یہ مطلع انہیں بھا گیا جب کہیں پڑھتے تو فرماتے کہ منقبت میری ہے البتہ مطلع اجمل کا ہے، ان کی پہلی غزل کے دو اشعار بھی نقل کرنے کی طبیعت چاہتی ہے۔

میں ہوں تنہا ادھر زمانہ ہے — یہ مرا مختصر فسانہ ہے
یا خدا خیر ہو مرے دل کی — دشمن جاں سے دوستانہ ہے

اجمل سلطان پوری بڑے شاعر تھے، لیکن گروہ بند شعرا، ادبا نے انہیں وہ مقام نہیں دیا، جس کے وہ مستحق تھے، ۲۰۱۶ء میں اتر پردیش اردو اکیڈمی نے ان کی ادبی خدمات پر لائف ٹائم اچیومنٹ ایوارڈ سے نوازا، پوری زندگی معاشی تنگی کا سامنا رہا، جو دیکھا وہ کہا، جس طرح زندگی گذاری جیسے اس کا ذکر کیا، بعد میں انہوں نے اپنی مشہور نظم ''پورا پورا ہندوستان'' (بقیہ صفحہ ۱۰ر پر)

کتابوں کی دنیا : محمد عادل فریدی

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

یہ سفر قبول کرلے (حرمین ڈائری)

اس وقت تبصرے کی میز پر مدیر نقیب مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی کا سفرنامہ حرمین شریفین ''یہ سفر قبول کرلے (حرمین ڈائری)'' ہے۔ یہ پوری کتاب سوائے انتساب، حرف چند، پیش لفظ اور کتاب کے شروع میں شامل کی گئی دو مناجاتوں، ایک تہنیت نامہ اور آخری صفحہ پر موجود منظوم استقبالیہ کے قارئین نقیب نقیب کے صفحات میں قسط وار ''مکہ ڈائری'' اور ''مدینہ ہم نے دیکھا ہے مگر نادیدہ نادیدہ'' کے عنوان سے پڑھ چکے ہیں۔ کتاب کے مصنف مفتی محمد ثناء الہدیٰ کا نام دینی، ملی، علمی اور ادبی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں ہے۔ ایک باصلاحیت عالم دین، کامیاب مدرس، باکمال منتظم، صاحب فکر مصنف، صاحب طرز ادیب، مضمون نگار، کالم نگار، خطیب اور مدیر کی حیثیت سے آپ کی شخصیت ملک ہی نہیں بلکہ ملک سے باہر بھی ہے مضبوط، مستحکم اور معتمد حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد درجنوں میں ہے، اور کسی ایک موضوع پر نہیں بلکہ فقہ وشریعت، ادب، انشاء، نقد، تبصرہ، سوانح، اصلاح معاشرہ جیسے بیسیوں موضوعات آپ کے زیر قلم آئے اور قاری کے دل میں بس گئے۔ مدیر نقیب کی حیثیت سے آپ کے لکھے ہوئے اداریوں، تبصروں، سوانحی خاکوں اور مضامین کی تعداد بھی سیکڑوں میں ہوگی۔ ایک اخبار کے مدیر کے لیے جس علمی گہرائی، فکر و خیالات کے تنوع، مضامین آفرینی، قلم کے تیکھے پن، وقت اور زمانے کی نبض شناسی، قاری کی طلب کی سمجھ کی ضرورت ہوتی ہے اس کو رکھنے والوں اور پوری مضبوطی سے برتنے والے چنندہ لوگوں کی فہرست بنے گی تو مفتی صاحب کا نام یقیناً اس میں شامل ہوگا۔

مگر میرا موضوع اس وقت مفتی صاحب کی شخصیت کا تعارف نہیں بلکہ ان کی کتاب ''یہ سفر قبول کرلے'' کا تعارف ہے۔ جیسا کہ شروع میں ذکر کیا کہ یہ کتاب نقیب میں قسط وار شائع ہوئے آپ کے گذشتہ سفر حرمین کی روداد ہے۔ یہ سفر صاحب کتاب نے ۱۴۴۰ھ میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ کیا تھا، اس سال قائم مقام ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد شبلی القاسمی، نائب انچارج بیت المال امارت شرعیہ جناب سمیع الحق صاحب، مولانا نور عالم رحمانی، مولانا منصور قاسمی کا بھی سفر ہوا، جس کا تذکرہ کتاب میں موجود ہے۔ کتاب کا نام مولانا عطاء الرحمٰن عطا مفتاحی کی منظوم دعا کے مطلع ''میری زندگی کے مالک یہ سفر قبول کرلے'' سے مستعار ہے، یہ پوری نظم کتاب میں شامل کی گئی ہے، اس کے علاوہ حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی مد ظلہ کی ایک مناجاۃ ''ایک بندۂ آوارہ'' بھی شامل کی گئی ہے، مصنف کی حج سے واپسی پر معروف شاعر حسن نواب حسن مرحوم کا پیش کردہ تہنیت نامہ بھی موجود ہے، کتاب کا انتساب بھی انہیں کے نام سے کیا گیا ہے۔ آخری صفحہ پر ایک منظوم استقبالیہ ہے جو مولانا سید مظاہر عالم قمر کا تحریر کردہ ہے۔

کتاب کا آغاز مصنف کے ''حرف چند'' سے ہوتا ہے جس میں انہوں نے اس روداد سفر کے مرتب کرنے کے محرک کا تذکرہ کیا ہے، خاص طور پر امام الہدیٰ انور آفاقی کا ذکر ہے جنہوں نے سب سے پہلے نقیب کے صفحات میں بکھرے ان موتیوں کو ایک لڑی میں پرونے کا مشورہ دیا، انجینئر زین العابدین کا ذکر ہے، جنہوں نے زبانی اصرار کے ساتھ صرفہ میں شمولت کی بھی پیش کش کی، حسن نواب حسن مرحوم کا تذکرہ ہے، جو ان مضامین کو مطبوعہ شکل میں دیکھنے کی خواہش لیے خود سفر آخرت پر چلے گئے کبھی نہ لوٹ کر آنے کے لیے۔

پیش لفظ نامور فقیہ ومؤرخ حضرت مولانا اختر امام عادل قاسمی صاحب کا ہے۔ جس میں انہوں نے چند سطروں میں بہت ہی خوبصورتی کے ساتھ کتاب کا تجزیہ کیا ہے، وہ لکھتے ہیں ''یہ زندگی اور تازگی سے بھرپور اس دور کا ایک نمائندہ سفرنامہ ہے.......... مفتی صاحب موصوف پر جو کچھ گذرا، جو دیکھا، سنا اور محسوس کیا، اس کو بڑے سادہ مگر شگفتہ انداز میں بیان کردیا ہے، نہ اس میں تکلف وبناوٹ ہے اور نہ پرشکوہ الفاظ سے اس کو گراں بار کیا ہے، بس دل سے نکلی ہوئی بات ہے جو سیدھے دل پر اثر کرتی ہے، اس میں واقعات و واردات بھی ہیں اور مناظر و ماحول کی عکس بندی بھی، مشورے بھی ہیں اور زندگی کو بنانے والی نصیحتیں بھی، صبر وشکر بھی اور درد دل بھی، بلکہ وہ سب کچھ ہے جس کی ایک زائر حرم کو ضرورت ہے۔''

میری نظر میں اس سفرنامہ حرمین کی سب سے خاص بات جو اس کو دوسرے سفرناموں سے ممتاز کرتی ہے، وہ یہ ہے کہ مسائل واحکام حج کے بیان سے اس کو کتاب المسائل والاحکام نہیں بنایا ہے بلکہ اس کا طرز ایسا ہے گویا صاحب کتاب قاری کا ہاتھ پکڑے اپنے ساتھ مکہ اور مدینے کی گلیوں میں گھما رہے ہیں کبھی اس کو مقام ابراہیم پر لے جاتے ہیں، کبھی صفا ومروہ پر، زمزم کے گرد بھی پھراتے ہیں، ریاض الجنہ کی سیر بھی کراتے ہیں تو سڑکوں پر بھی ٹہلاتے ہیں، رہائش گاہ کی دشواریوں کا بھی سامنا کرواتے ہیں اور مقامات مقدسہ کا تعارف بھی کراتے جاتے ہیں۔ گویا قاری کتاب نہیں پڑھ رہا ہے، بلکہ صاحب کتاب کی انگلی پکڑے پکڑے ساتھ میں چل رہا ہے۔ ہر جگہ پر موجود ہے اور ہر سرد وگرم کو خود سے محسوس کررہا ہے۔ مفتی صاحب کا یہ قافلہ صرف پانچ آدمیوں کا قافلہ نہیں ہے، بلکہ ہر وہ شخص جو یہ کتاب پڑھ رہا ہے، اس قافلہ میں شریک ہے۔ صفحہ ۴۱ر پر مکہ کا سفر ختم ہوتا ہے اور صفحہ ۴۲ر سے قافلہ مدینہ کی گلیوں میں پہونچ جاتا ہے، مسجد نبوی علی صاحبھا الصلاۃ والسلام، روضہ انور، ریاض الجنہ، صفہ کی زیارت کے ساتھ مدینہ کے محلوں اور گلیوں کی بھی سیر کرتے کراتے ہوئے یہ قافلہ صفحہ ۶۳ر پر زکریا کالونی سعد پورہ آکر اپنا سفر ختم کرتا ہے، صفحہ ۱۴ر سے قاری کا جو سفر اس قافلہ کے ساتھ نیتا جی سبھاش چندر بوس ایرپورٹ کولکاتا سے شروع ہوا تھا، وہ آخر تک مسلسل جاری رہتا ہے، ایک لمحہ کے لیے بھی قاری اس قافلہ سے پیچھے نہیں چھوٹتا ہے۔

چونسٹھ صفحے کی اس کتاب کی قیمت ۳۰ر روپئے ہے اور حقوق کسی کے حق میں محفوظ نہیں ہیں، طباعت اچھی ہے، پروف ریڈنگ بھی اچھی طرح کی گئی ہے، جن لوگوں نے اب تک نہیں پڑھی ہے وہ مکتبہ امارت شرعیہ، نور اردو لائبریری، ادارہ سبیل الشریعہ یا نور القمر لائبریری سے قیمتاً حاصل کرسکتے ہیں۔

سیاست میں گرتی ہوئی اخلاقی قدریں؟

پروفیسر عتیق احمد فاروقی

موجودہ دور آزاد ہندوستان کا سب سے زیادہ بحرانی دور ہے، اس سے پہلے بھی ملک نے مختلف بحران دیکھے ہیں۔ آزادی ملتے ہی بے شمار انسانوں کا قتل ہوا۔ بے شمار ہندو مسلم اور ذات وبرادری پر مبنی فسادات ہوئے اور انسانی جانیں جاتی رہیں۔ اس کے ساتھ ہی اخلاقی قدروں کا بھی قتل ہوا، اور اس میں گراوٹ آئی، عوام کے بنیادی حقوق پر بھی حملے ہوئے لیکن آج جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب سے زیادہ تشویشناک ہے۔ ماضی میں بھی مختلف ذاتوں و مذاہب میں نفرت دیکھی گئی اور عدم رواداری بھی سامنے آئی لیکن آج جس سطح کی زہر افشانی اور عدم رواداری کا مظاہرہ کیا جارہا ہے، اور جس سختی سے عوام کی آواز دبائی جارہی ہے اس کی مثال پہلے نہیں ملے گی، کیا اس کی وجہ وہ طاقتیں ہیں جو برسراقتدار ہیں جن کا تعلق دائیں بازو سے ہے، جو فاسسٹ نظریہ کے حامی ہیں، جو سیکولرزم اور مساوات میں یقین نہیں رکھتے اور جو جمہوریت کو پامال کرنا چاہتے ہیں۔ ماضی میں اس طرح کی غلطی کانگریس کی اندرا گاندھی بھی کرچکی ہیں لیکن انہوں نے جو کچھ کیا تھا اس کا مقصد فرقہ پرستی کو ہوا دینا نہیں تھا بلکہ اپنا اقتدار بچانا تھا، جب حزب مخالف متحد ہوا تو انہیں بھی عقل آگئی اور انہوں نے بعد میں ہر وہ قدم اٹھائے جس سے جمہوریت اور سیکولرزم کو طاقت ملی، انہوں نے ہی آئین میں ترمیم کرکے اس کی تمہید (Preamble) میں سوشلسٹ اور سیکولر الفاظ کو شامل کیا۔ قومی یکجہتی کو فروغ دینے کے لئے انہوں نے اپنے محافظوں میں سکھوں کو تعینات کیا اور آپریشن بلو اسٹار کے واقعہ کے بعد افسران کے کہنے کے باوجود انہوں نے سکھ محافظوں کو نہیں ہٹایا اور نتیجتاً انہیں لوگوں نے اندرا گاندھی کا قتل کردیا۔ بی جے پی حکومت پہلے بھی برسراقتدار تھی جب اٹل بہاری واجپئی اور لال کرشن اڈوانی کا بول بالا تھا اور اس دائیں بازو کی حکومت میں بھی رواداری تھی۔ اس دور میں دلوں میں فرقہ وارانہ نفرتیں ضرور تھیں، لیکن آزادی کے ساتھ کھل کر مظاہرہ نہیں کیا جاتا تھا۔ اٹل بہاری کے دور حکومت میں ہندوستان کے پاکستان کے ساتھ سب سے اچھے تعلق تھے اور حکومت کا مسلمانوں کے ساتھ سلوک قدرے بہتر تھا۔ ان کے ساتھ وزراء میں سنجیدگی، رواداری، تعلیمی لیاقت اور خودداری تھی۔ آج کے رہنماؤں میں کوئی ایسا نہیں جسے باوقار شخصیت کہا جاسکے۔

آج ملک کدھر جارہا ہے؟ نہ تو حکومت کو اور نہ عوام کو ملک کے سنجیدہ مسئلے جیسے بیروزگاری، معیشت، تعلیم اور صحت پر غور کرنے کا موقع ہے۔ حکومت ایسے ایسے جذباتی مدعے اٹھارہی ہے جس سے عوام کا دماغ سنجیدہ مسئلوں سے ہٹ جائے اور معاشرہ مذہب کی بنیاد پر تقسیم ہوجائے۔ آسام میں این آرسی کی مشق کرائی گئی۔ چلئے مان لیتے ہیں کہ سپریم کورٹ کے حکم کی تعمیل کی گئی لیکن اسے پورے ملک میں نافذ کرنے کی کیا ضرورت ہے اور سی اے اے پارلیمان میں لانے کی ابھی کیا ضرورت تھی؟ عوام نے این۔آر۔سی اور سی۔اے۔اے کے خلاف احتجاج کیا تو کیا برا کیا؟ جمہوریت میں اپنے خیالات کا اظہار کرنے اور احتجاج کرنے کی آزادی سبھی کو ہوتی ہے۔ نوجوان طلباء وطالبات نے جے این یو میں فیس کے اضافے کے خلاف مظاہر کیا اور مذکورہ قوانین کے خلاف عوامی احتجاج کی حمایت کی۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی یونیورسیٹی، علی گڑھ مسلم یونیورسیٹی اور بنارس ہندو یونیورسیٹی کے طلباء نے بھی ان قوانین کی مخالفت کی تو حکومت نے جابرانہ رویہ اختیار کیا اور حکومت کے وزراء اور پارلیمان کے ارکان نے زہر افشانی کا نیا ریکارڈ قائم کیا۔ شاہین باغ کی آواز نہ صرف ملک کے دوسرے شہروں کی آواز بنی بلکہ عالمگیر مہم میں تبدیل ہوگئی۔ یہ بات موجودہ مرکزی حکومت برداشت نہیں کرسکی۔ حالانکہ اگر حکومت باریکی سے غور کرتی تو اسے پتہ چل جاتا کہ ان مظاہروں اور احتجاج کی وجہ کیا ہے؟ آزاد ہندوستان کی کسی بھی حکومت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ آئین کے بنیادی ڈھانچے میں چھیڑ چھاڑ کرے۔ سی اے اے نہ صرف آئین کے دفعہ 15-14 کے خلاف ہے بلکہ آئین کی تمہید (preamble) میں شامل الفاظ سوشلسٹ اور سیکولر کے بھی منافی ہے۔

مندرجہ بالا تناظر میں زہر افشانی کی شروعات وزیراعظم اور وزیرداخلہ نے کی۔ بعدازاں دوسرے وزراء اور پارلیمان کے ارکان نے زہر اگلنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ وزیراعظم نے فرمایا کہ شاہین باغ کے دنگائیوں کو ان کے کپڑوں سے پہچانا جاسکتا ہے۔ وزیرداخلہ نے کہا کہ ہم سی اے اے کسی قیمت پر واپس نہیں لیں گے۔ پارلیمان میں انہوں نے بیان دیا کہ ہندوؤں کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ انہیں پناہ گزین قرار دے کر شہریت دے دی جائے گی اور مسلمانوں کا ذکر نہیں کیا۔ اس طرح مسلمانوں سے نفرت کا کھلا مظاہرہ اس سے پہلے آزاد ہندوستان میں کسی وزیر نے نہیں کیا تھا۔ ایک مرکزی وزیر نے دہلی کے انتخابی جلسہ میں ملک کے غداروں (شاہین باغ کے مظاہرین) کو گولی مارنے کا جذباتی نعرہ لگوایا۔ دہلی کے ایک رکن پارلیمان نے اعلان کردیا کہ جب تک مودی جی ہیں آپ لوگ محفوظ ہیں ورنہ آپ کا انجام بہت برا ہوگا۔ ان باتوں کا نتیجہ سامنے آگیا۔ مہاتما گاندھی کے یوم شہادت کے موقعہ پر جب جامعہ ملیہ کے طلباء راج گھاٹ تک ریلی نکالنے جارہے تھے تو گوپال نامی ایک لڑکے نے پولیس کی موجودگی میں سی اے اے کے خلاف مظاہرہ کرنے والے طلباء پر یہ کہتے ہوئے گولی چلادی کہ یہ لو آزادی۔ ایک بی جے پی رکن پارلیمان نے ملک کی اکثریتی آبادی کو چوکس رہنے کے لئے کہا ورنہ ان کے خیال میں اس ملک میں مغلوں کا راج دوبارہ آجائے گا۔ ایک مرکزی وزیر نے اروند کجریوال کو دہشت گرد کہہ دیا۔ ایک بی جے پی رکن پارلیامنٹ نے گاندھی جی کے ذریعہ کی گئی آزادی کی جنگ کو ایک ڈرامہ بتادیا۔

جن لوگوں نے یہ باتیں کہیں ہیں ان کے نام اخبارات میں شائع ہوئے ہیں لیکن ان کے نام لینا میں نے مناسب نہیں سمجھا۔ میں اس نظریہ سے پوری طرح اتفاق کرتا ہوں کہ جان بوجھ کر اشتعال انگیز بیان دینے والے غیر سماجی عناصر کی پارلیمانی اسمبلی کی رکنیت رد کردی جانی چاہئے اور ان پر ہمیشہ کے لئے انتخاب لڑنے پر پابندی عائد کردی جانی چاہئے۔ ساتھ ہی آئندہ انتخابات میں ان باتوں کی فہرست الیکشن کمیشن کو پہلے سے ہی جاری کرنا چاہئے جن پر بولنے سے قصوروار کی امیدواری رد ہوجائے۔

جس طرح سماج میں نفرت کا بیج بویا جارہا ہے، حکمراں جماعت ملک کو ہندو مسلمان، غدار محبّ وطن وغیرہ خانے میں بانٹنا چاہتی ہے۔ اس سے ملک کی سیکولر شبیہ خطرے میں پڑگئی ہے۔ سبھی اس حقیقت سے واقف ہیں کہ شاہین باغ کی تحریک کسی مخصوص مذاہب یا فرقے کے لوگ نہیں چلارہے ہیں بلکہ یہ ایک عوامی تحریک ہے جس میں خواتین، نوجوان طلباء اور ملک کا پسماندہ طبقہ اور اعلیٰ ذات کا دانشور ہندو بھی شامل ہے۔

جنسی استحصال کے بڑھتے واقعات: اسباب اور حل

مولانا محمد غفران قاسمی

کسی بھی مہذب سماج اور معاشرے میں خواتین کا ایک وقار اور احترام ہوتا ہے، کیوں کہ خواتین کے ذریعہ ہی سماج کی تشکیل ہوتی ہے، وہ کسی بھی شکل میں ہوں، عزت واحترام کی مستحق ہوتی ہیں، اگر کوئی عورت ماں ہے تو پیار ومحبت کا مرکز، بیوی ہے تو الفت وطمانینت کا محور، بہن ہے تو انسیت وغم خوارگی کا مسکن، بیٹی ہے تو گھر کی بہار ورونق۔ الغرض اقبال مرحوم کے الفاظ میں یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ ”وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں“ انتہائی بدبخت وہ معاشرہ ہوتا ہے جہاں خواتین کو تحفظ اور ان کے گوہر عصمت کی حفاظت نہیں ہوتی۔

حالیہ کچھ دنوں میں ہمارے ملک عزیز میں زنا بالجبر کے ایسے شرمناک وگھناؤنے واقعات پیش آئے ہیں جن کو سن کر انسانیت شرمسار ہوجاتی ہے، ان کا ذکر تو دور کی بات، ان کا تصور کرنا بھی ایک شریف النفس انسان کے لئے مشکل ہے، لوگ سراپا احتجاج بن گئے اور ملک میں ایک عام بے چینی پھیل گئی جس کے نتیجے میں حیدرآباد میں ہوئے شرمناک حادثے کے مجرموں کو پولیس نے گولی ماردی اور اناؤ عصمت دری کے مجرم بھاجپا کے ایم ایل اے کو عمر قید کی سزا سنائی گئی، لیکن قابل افسوس بات یہ ہے کہ اس طرح کے واقعات کم ہونے کے بجائے بڑھتے ہی جارہے ہیں، حالاں کہ اس طرح کے گھناؤنے جرموں کے لئے ایسی عبرت ناک سزائیں موجود ہیں جو ان کو روکنے کے لئے کافی ہیں۔

آخر ایسا کیوں ہورہا ہے؟ دراصل ہمیں ٹھنڈے دل اور پوری سنجیدگی سے یہ بات سوچنی ہوگی کہ کیا صرف سزاؤں کے بل بوتے پر جرائم کی روک تھام ہوسکتی ہے،؟ اصل بات یہ ہے کہ انسان جو بھی قدم اٹھاتا ہے اس کا خیال پہلے دل ودماغ میں آتا ہے کہ باقی اعضاء وجوارح دل کی تابعداری کرتے ہیں، اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں نوجوانوں کی ذہنی تربیت کس طرح سے ہورہی ہے، غور کریں تو معلوم ہوگا کہ پورے سماج میں جنسی جذبات کو برانگیختہ کرنے کے بہت سے اسباب ہیں، ہمیں دیکھنا چاہئے کہ ہمارے ملک میں ذرائع ابلاغ، اشتہارات، تفریحی مشغلے اور تعلیمی ادارے خواتین کے حوالے سے کن ذہنی رویوں کی تشکیل کرتے ہیں، آج کل ایسے فحش پروگرامس، اشتہارات اور تفریحی مشاغل کی کمی نہیں جن میں خواتین کی عزت وآبرو سے کھلواڑ کیا جاتا ہے، ان کی عزت وعصمت کو مذاق کا موضوع بنایا جاتا ہے، ان کے خلاف سازشوں اور انہیں دھوکہ دینے کے نسخے سمجھائے جاتے ہیں۔ سوشل میڈیا اور انٹرنیت پر ایسے گندے پروگرامس کی باڑھ آئی ہوئی ہے جو جنسی جذبات کو برانگیختہ کرتے ہیں اور ہوس کی تکمیل کا ماحول سازگار بناتے ہیں۔ جہاں تک تعلیمی اداروں کی بات ہے تو نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کا آزادانہ اختلاط ہوتا ہے اور یہ عمر ناعاقبت اندیشی کی ہوتی ہے جس سے برے نتائج برآمد ہونے کا نہ صرف امکان بلکہ قوی اندیشہ ہوتا ہے جو اکثر وبیشتر ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ اسی کے ساتھ یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ خواتین کے پہننے کے لئے ایسے لباس تیار ہورہے ہیں جو ان کے جسم کے ان اعضاء کو بالکل نمایاں کردیتے ہیں، جو مرد کی خواہش اور ہوس کو برانگیختہ کرنے والے ہوتے ہیں، یہ وہ تمام اسباب ہیں جو ہمارے معاشرے میں اس طرح کے بھیانک جرائم کے باربار پیش آنے کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ مذہب اسلام نے اس کا انتہائی حکیمانہ حل پیش کیا ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے تو عورتوں کی عظمت وتقدس کو دل میں جاگزیں کیا ہے۔ قرآن حکیم میں جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم دیا ہے ساتھ ہی ماں باپ کی اطاعت وفرماں برداری اور ان سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے، یہاں تک کہ ماں کے پیروں تلے جنت بتائی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چار بیٹیوں کی نہ صرف بہترین تربیت کے ذریعہ امت کے سامنے ایک نمونہ پیش کیا بلکہ ساتھ ہی اس شخص کو جو بیٹیوں کو بہترین تربیت اور ان سے محبت کرے، یہ بشارت سنائی کہ وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ بیویوں سے خود بھی اعلیٰ درجہ کا حسن سلوک کرکے اسوہ پیش فرمایا اور لوگوں کو بھی اس کی خاص وصیت فرمائی۔ دوسری طرف مردوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور عورتوں کو بھی یہی وصیت فرمائی گئی، ساتھ ہی ان کو حجاب کا ایسا حکیمانہ حکم دیا جو نہ صرف ان کی اصل فطرت کے عین مطابق ہے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان کی عزت وعصمت کا بھی محافظ ہے۔ عورتوں اور مردوں کے آزادانہ اختلاط کو اسلام نے سختی سے منع کیا، مرد کو سخت تہدید کی گئی کہ وہ کسی عورت کو گھور کر نہ دیکھے۔ ان سب پیش بندیوں کے باوجود اگر یہ جرم معاشرہ میں وجود میں آتا ہے اور شرعی گواہی کی بنیاد پر ثابت ہوجاتا ہے تو ایسی سخت سزا سنائی کہ جو دوسرے لوگوں کے لئے عبرت بنے اور کسی کی ہمت اس جرم عظیم کا ارتکاب کرنے کی نہ ہو، چنانچہ حکم سنا گیا کہ غیر شادی شدہ شخص اگر زنا کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کو اسی کوڑے لگائے جائیں، اور شادی شدہ ایسا کرتا ہے جس کو تکمیل خواہش کے جائز مواقع میسر ہیں تو اسے مجمع عام میں کھڑے کرکے، پتھر مار مار کر ہلاک کردیا جائے، غور فرمائیں کیا ایسی سخت سزا جاری ہونے کے بعد کسی کو ہمت ہوسکتی ہے کہ وہ اس جرم کا ارتکاب کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک مرد اور ایک عورت پر یہ سزا جاری کی گئی اور پورے معاشرے سے یہ گھناؤنا اور سنگین جرم ختم ہوگیا۔ تو کیا خواتین کی عزت وعصمت کی گہار لگانے والے لوگ اور ارباب اقتدار تیار ہیں کہ اپنے ملک میں فحش پروگرامس اور گندگی پھیلنے کے تمام ذرائع پر پابندی لگائیں؟ کیا مردوں اور عورتوں کو آزادانہ اختلاط اور میل جول کو ختم کرسکتے ہیں؟ کیا وہ اسلام کے حکیمانہ علاج کا گہرائی سے مطالعہ کرکے اسے نافذ کرنے کی ہمت کریں گے۔؟

مہر اور جہیز کی بے اعتدالیاں

مولانا محمد انعام الحق قاسمی

آج ہمارا معاشرہ طرح طرح کی برائیوں کی آماجگاہ بنتا جارہا ہے۔ جس کی وجہ سے امن وسکون، انسانیت، رواداری، انسان دوستی، آپسی الفت ومحبت اور بھائی چارگی کی لازوال دولت رخصت ہوتی جارہی ہے۔ آج ہمارے سماج کو جن داخلی برائیوں کا سب سے بڑا چیلنج ہے، ان میں سے ایک ''جہیز کی لعنت'' بھی ہے۔ جہیز ایک خطرناک کیڑے اور ناسور کی طرح بڑی تیزی کے ساتھ ہماری سماجی زندگی کی ہڈیوں کو گھلاتا جارہا ہے۔ جس کا ہمیں ذرہ برابر بھی احساس نہیں۔ رسمِ جہیز نے اپنے ساتھ سماجی تباہ کاری و بربادی کا جو نہ تھمنے والا طوفان برپا کیا ہے، اس نے برصغیر ہندوپاک کے معاشرہ کا جنازہ نکال کر رکھ دیا ہے۔ آج ہماری سوسائٹی جہیز کی وجہ سے جن مصیبتوں میں گرفتار ہوتی جارہی ہے، وہ مختلف النوع ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے ہی ضرر رساں پہلوؤں پر محیط ہیں۔ جن کو ہم ان مختلف قسموں میں بانٹ سکتے ہیں:

(۱) خانہ تباہی: اگر لڑکی اپنی حیثیت سے زیادہ جہیز لاتی ہے تو اس کے والدین اس قدر مقروض ہوجاتے ہیں کہ اس سے سبکدوشی کے لیے دن رات ایک کرکے اپنا چین وسکون برباد کرلیتے ہیں۔ اگر جہیز لڑکے والوں کے حسب منشا نہیں ہے تو لڑکی کو بے جا تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور طعن وتشنیع کی بوچھار کرکے اس کا جینا دوبھر کردیتے ہیں اگر لڑکی والے طاقتور ہیں تو پھر مقدمہ بازی کا ایک لامحدود سلسلہ شروع ہوجاتا ہے جس میں بسا اوقات کتنے ہی گھر تباہ وبرباد ہوجاتے ہیں۔

(۲) مہر کی زیادتی: جہیز کی لعنتوں کی مار جھیل رہا سماج اب کثرت مہر کی پریشانیوں سے دوچار ہوتا جارہا ہے؛ اس لیے کہ جب لڑکے والے جہیز کی خاطر اپنی حمیت وغیرت کا سودا کرنے پر بضد ہوجاتے ہیں تو پھر نکاح کے وقت لڑکی والے کی جانب سے مہر کی ایک خطیر رقم کی فرمائش ہوتی ہے؛ چونکہ لڑکے والے اپنی بے شرمی و بے حیائی کی وجہ سے مواقع گنوا چکے ہوتے ہیں، لہٰذا لڑکے کو مجبوراً قبول کرنی پڑتی ہے جو کہ لڑکے کی حیثیت سے زیادہ اور اس کی طاقت کے باہر ہوتی ہے۔ اور شریعت کے خلاف ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ خبردار عورتوں کے مہر میں زیادتی نہ کیا کرو؛ کیونکہ اگر یہ دنیا میں عزت اور اللہ کے نزدیک پرہیزگاری ہوتی تو اس کے سب سے زیادہ مستحق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے مجھے نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ اوقیہ سے زیادہ پر اپنی کسی بیوی سے نکاح کیا یا اپنی کسی بیٹی کا نکاح کرایا ہو۔ اگر کوئی عورت دھوکہ سے بھی مہر کا مطالبہ کر بیٹھتی ہے تو پھر اس کی خیریت نہیں ہے، شوہر کی ناراضگی اور غصہ کا سامنا تو اس کو کرنا ہی پڑتا ہے اوپر سے ساس، سسر، نند اور دیگر اہلِ خانہ کی جلی بھنی بھی اس کو سننی پڑتی ہے؛ کیونکہ اس وقت اس کا مطالبہ شوہر اور اس کے اہل خانہ کی ناک اور انا کا مسئلہ چھیڑ دیتا ہے۔ لہٰذا کوئی عورت بھول سے بھی اس غلطی کو دہرانا نہیں چاہتی؛ حالانکہ مہر عورت کا شوہر پر واجبی حق ہے، جس کا ادا کرنا شوہر پر لازم ہے، اگر ادا کیے بغیر شوہر مرجاتا ہے تو قیامت کے دن اس مرد سے اس کے بارے میں بازپرس ہوگی۔ بعض حالات میں زوجین کے مابین مزاج کی عدم موافقت یا بیوی کی بدچلنی اور بداخلاقی کے باوجود شوہر کثرت مہر کی وجہ سے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دے سکتا، پھر شوہر ایک مقید پنچھی کی طرح پھڑپھڑا کر صبر وتحمل کا راستہ اختیار کرلیتا ہے۔ اگر کوئی باغیرت انسان اس طرح کی بدچلن عورت سے نجات حاصل کرنے کے لیے عزم مصمم کرلیتا ہے تو مہر کی اس خطیر رقم کو ادا کرنے میں اپنی ہر کوشش صرف کردیتا ہے، پھر نوبت مفلسی اور محتاجگی تک آپہنچتی ہے۔ جس کا حاصل خانہ بربادی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

(۳) کثرت طلاق: رسم جہیز نے جو ہمارے سماج میں تباہی و بربادی کے دروازے کھولے ہیں، ان میں سے ایک کثرت طلاق ہے۔ آج کثرتِ جہیز کی لالچ میں طلاق دے کر اصول اسلام کا کھلا مذاق اڑایا جارہا ہے۔ اسلام نے ناگزیر حالت میں مرد کو طلاق کا اختیار دیا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اپنے ناجائز مطالبات کو منوانے کے لیے اس کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جائے۔ حدیث میں ہے قَالَ رَسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم مَا احَلَّ اللہ شَیئاً ابغض مِن الطَلاق (سنن ابوداود) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حلال کیا ہے، ان میں اللہ کے نزدیک طلاق سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔

(۴) جہیز کے ڈر سے شکم مادر میں لڑکیوں کی نسل کشی: جس جاہلانہ رسم وظلم کو اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے ختم کردیا تھا، آج اس ترقی یافتہ دور میں جس تیزی کے ساتھ شکم مادر میں لڑکیوں کی نسل کشی کی جارہی ہے وہ انسانیت کا بڑا ہی شرمناک پہلو ہے۔ ارشادِ باری ہے: اس زندہ درگور لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ تو کس گناہ کی پاداش میں قتل کی گئی تھی؟ (سورۂ تکویر: ۸؛۹)

(۵) جنسی بے راہ روی: اس ترقی پذیر سماج میں جنسی بے راہ روی میں جہاں مغربی تہذیب کا اہم رول ہے، وہیں رسم جہیز کا بھی بہت بڑا دخل ہے۔ جن کے دو بہت بڑے اسباب ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ شکمِ مادر میں لڑکیوں کی مسلسل قتل کی وجہ سے لڑکیوں کی تعداد میں حیرت انگیز کمی آتی جارہی ہے، اور اس کے مقابلہ میں لڑکوں کی تعداد میں دوگنا اضافہ ہورہا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق پنجاب و ہریانہ میں 2000 لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیوں کی تعداد صرف 1200 ہے، کرناٹک میں 1000 لڑکوں کے مقابلے 965 لڑکیاں ہیں اور جھارکھنڈ میں 1500 لڑکوں کے مقابلے میں 1122 لڑکیاں ہیں، ایسے حالات میں جوانی کی حد کو پار کرنے والے کنوارے نوجوان اپنے جنسی جذبات سے مغلوب ہوکر راستہ چلتے، چوک چوراہے یا جہاں موقع ملے سماج کی عفت مآب بیٹیوں کی عصمت تار تار کرتے ہیں۔ دوسرے بعض غریب لوگ اپنی لڑکیوں کی شادی کے لیے جہیز اکٹھا کرنے میں اس قدر محو ہوجاتے ہیں کہ اسی درمیان لڑکی حدِ بلوغ کا آنگن چھلانگ چکی ہوتی ہے پھر جب اس کی جنسی خواہشات سر ابھارتی ہے تو بعض لڑکیاں پاکیزگی لٹا کر اپنے دامنِ عفت کو داغدار کرلیتی ہیں، ان میں سے بعض خودکشی بھی کرلیتی ہیں۔

(۶) لڑکیوں کی کالا بازاری: اس جہیز کے بھیڑیئے سے چھٹکارا پانے کے لیے بہت سے والدین اپنی لختِ جگر کو بیچنے پر مجبور ہوجاتے ہیں اور انسانی بھیڑیئے انھیں جیتے جی کوٹھوں کی سولی پر بھینٹ چڑھادیتے ہیں۔ اس طرح کے واقعات سے آج کل کے اخبارات بھرے پڑے ہیں۔

(۷) موت کی سوداگری: آج جہیز کے نام پر ملت کی بے گناہ بیٹیوں کو جس طرح ہراساں کیا جارہا ہے، وہ انسانیت کا بڑا ہی شرمناک پہلو ہے، روزانہ صبح صبح آپ جب اخبار کی ورق گردانی کرتے ہیں تو جلی حرفوں میں دل دہلانے والی سرخیاں زینتِ نگاہ بنتی ہیں کہ فلاں جگہ کم جہیز لانے کے جرم میں بدن پر تیل ڈال کر آگ لگادیا گیا تو فلاں مقام پر گلا گھونٹ کر قتل کردیا گیا اور فلاں جگہ جہیزی بھیڑیوں کی ایذارسانی سے تنگ آکر عورت نے خود ہی موت کو گلے لگالیا۔ دخترانِ ملت کی نسل کشی کا یہ سلسلہ زور پکڑتا جارہا ہے، نہ ملک کا قانون ان بے گناہوں کا مداوا بن رہا ہے اور نہ ہی حقوقِ نسواں کے علم بردار ادارے تحفظ فراہم کررہے ہیں۔ ہندوستان میں جہیزی چیتا کی بھینٹ چڑھنے والے صنفِ نازک کی جو تعداد ہمارے سامنے ہے، کسی ہوشمند اور حساس انسان کو تڑپا دینے کے لیے کافی ہے۔ ایک سروے کے مطابق ہمارے ہندوستان میں روزانہ 19 عورتیں جہیز کی بلی چڑھ جاتی ہیں۔ 2005ء کی رپورٹ کے مطابق ہر 77 منٹ پر ایک عورت جہیز کی سولی پر دم توڑتی نظر آتی ہے۔ کم جہیز لانے کی پاداش میں جو عورتیں موت کے گھاٹ اتار دی گئیں، ان کی ممکنہ اعداد وشمار ذیل میں درج ہے: 2003ء میں 6208 عورتیں، 2004ء میں 7026 عورتیں اور 2005ء میں 6787 عورتیں ان میں سے اکثر قتل کے واقعات اترپردیش، بہار، مدھیہ پردیش، آندھرا پردیش، راجستھان، کرناٹک، اڑیسہ، ہریانہ اور تمل ناڈو میں واقع ہوئے، جہاں جہیزی اموات کی شرح بہت زیادہ ہے۔ سرکاری اعداد وشمار کے مطابق 2010ء سے لے کر آج تک ہر سال تقریباً 9000 نو ہزار سے زیادہ خواتین کو جہیز کے معاملے کے باعث قتل کردیا گیا۔

(۸) عورتوں کی حق وراثت سے محرومی: جہیز کے پیسے کو حلال بنانے کے لیے یہ بہانہ بنایا جاتا ہے کہ جو ہم جہیز میں لے رہے ہیں لڑکی اپنے والدین کے مال میں اتنے کا حق رکھتی ہے۔ یہ بالکل واہیات فلسفہ ہے۔ ترکہ مرنے کے بعد تقسیم ہوتا ہے، زندگی میں نہیں۔ ہندو لڑکی کے لیے وراثت کا حق تسلیم نہیں کرتے، اس لیے انہوں نے ڈوری اور تلک کی رسم ایجاد کرلی، مگر دینِ محمدی میں لڑکی بھی وراثت کا حق رکھتی ہے۔ پھر ہندوؤں کے طرز کو اپنانا اور خود کو مسلمان کہنا کہاں تک درست ہے؟ مسلمانوں میں جو لوگ بااثر، دین دار اور قومی جذبہ رکھنے والے ہیں انھیں حتمی طور پر اس جہیز کی لعنت کے خلاف صف آرا ہونا پڑے گا اور خصوصاً نوجوانوں کو اس راہ میں قربانی دینی پڑے گی اور جہیز خوروں کو مانگ سے روکنا پڑے گا؛ تاکہ بہت ساری دوشیزائیں بن بیاہی اپنے والدین کے کمزور کاندھوں پر بوجھ بن کر بیٹھی نہ رہ جائیں، آیئے ہم سب اس لعنت سے توبہ کریں اور اپنے گھر کو نمونہ عمل بنائیں۔

خطِ نستعلیق کیسے ایجاد ہوا؟

رضوان عطا

لکھا ہوا خوب صورت ہو تو نظر رک جاتی ہے اور بار بار دیکھنے کو بھی جی چاہتا ہے۔ خطوط کی کشش اپنی جگہ مگر تحریر ایک ضرورت پوری کرتی ہے۔ جب آواز کو آڈیو کی صورت میں قید کرنا ممکن نہیں تھا تو کسی ٹھوس شے پر لکھے حروف اس کمی کو پورا کرتے تھے۔ تحریر کی مدد سے ابلاغ دور دور اور کئی زمانوں تک ممکن ہوا۔ ابتدائی دور میں انسان نے حرف تخلیق کیے تو وہ بھدے تھے لیکن جمال کی حس اس میں کمال پیدا کرتی گئی۔ مختلف طرح کے رسم الخط وجود میں آئے اور ان میں سے بہت سے مٹ گئے۔ اس عمل میں سیاست، معیشت، عسکریت اور مذہب نے اہم کردار ادا کیا۔ ساتویں اور آٹھویں صدی عیسوی تک مسلمان کرۂ ارض کے ایک وسیع حصے کو زیر کر چکے تھے۔ نتیجتاً نہ صرف اسلام پھیلا بلکہ خطۂ عرب میں بولی اور لکھی جانے والی زبان عربی ان علاقوں میں متعارف ہوئی۔ اس زبان نے مختلف نسلوں اور ثقافتوں کو مربوط بنانے میں معاونت کی۔ مذہبی و علمی کے علاوہ انتظامی زبان ہونے کے باعث اس کی مہارت پانے کی اہمیت دوچند ہوگئی لہٰذا عربی کے حروف تہجی کو رنگ ونسل کے امتیاز سے بالا متنوع خطوں کو مسلمانوں نے اختیار کرلیا۔ عربی خط کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ چھٹی صدی عیسوی میں جزیرہ نما عرب کی سلطنتِ بترا میں ارتقا پذیر ہوا۔ مسیحی دنیا میں رائج ہونے والے لاطینی رسم الخط کے برخلاف عربی دائیں سے بائیں لکھی جاتی ہے اور عربی کے بنیادی ۲۸ر حروف تہجی میں بعض کے اوپر، نیچے اور اندر نقطے ڈالے جاتے ہیں۔ اس خط کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ایک حرف دوسرے سے جڑ کر اپنی شکل بدل لیتا ہے۔ یہ بدلاو اسے پیچیدہ کے ساتھ ساتھ پُرکشش بناتا ہے۔ شروع ہی سے عربی رسم الخط میں دو رجحان دیکھنے میں آئے۔ ایک طرف ایسے طرز کی ضرورت تھی جس میں روانی ہوتا کہ تحریر کی رفتار متاثر نہ ہو۔ دوم وہ خط جو قواعد وضوابط کی سختی سے پاسداری کرے۔ موخر الذکر میں خطِ کوفی کا نام آتا ہے۔ خطاطوں کے لکھے قرآن مجید کے ابتدائی نمونے اسی خط میں ملتے ہیں۔ بعد ازاں اس کی جگہ نسخ نے لی۔ دوسری طرف ہسپانوی مسلمانوں نے کوفی سے متاثر ایک خط مغربی کو ترقی دی۔ عمر کے وسط کو پہنچے خواندہ افراد جانتے ہیں کہ اسے تختیوں پر قلم دوات کے ذریعے بڑی محنت سے سکھایا جاتا تھا۔ اس میں قلم صرف آگے نہیں بڑھتا بلکہ حروف کے جڑنے پر اسے کبھی بہت نیچے اور کبھی بہت اوپر لے جانا پڑتا ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ اردو کو اس خط کی لت لگ چکی ہے اور ہماری آنکھیں اس کی عادی بن چکی ہیں۔ اس وقت آپ کی نظر جس روزنامہ پر ہے وہ خط نستعلیق کے ایک انداز ہی میں ہے۔ یہ خط کوفی اور نسخ سے زیادہ پیچیدہ ہے کیونکہ اس میں جب الفاظ ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ان کی شکل بہت بدل جاتی ہے۔ اس خط میں بعض اوقات ایک ایک حرف کو دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ اس کی شبیہہ سے ہی لفظ پہچانے جاتے ہیں۔ نستعلیق کی طرح تعلیق کا شمار خوبصورت خطوط میں ہوتا ہے لیکن اس کے ارتقا کے پسِ پشت بعض ضرورتیں کارفرما تھیں۔ عربی رسم الخط ایران اور ترکی تو پہنچا لیکن یہاں کی زبانیں مختلف تھیں اور ان میں ایسی آوازیں موجود تھیں جو عربی میں ہیں ہی نہیں۔ یہاں عربی رسم الخط کو عام لوگوں کے استعمال کے لیے ڈھالا... (بقیہ صفحہ ۱۰ر پر)

گری راج کے بیان پر چراغ پاسوان چراغ پا، کہا ''دہلی الیکشن میں پارٹی اپنا حشر دیکھ چکی''

نریندر مودی حکومت میں وزیر گری راج سنگھ کے ذریعہ پورنیہ میں دیے گئے متنازعہ بیان پر لوک جن شکتی پارٹی (ایل جے پی) رکن پارلیمنٹ چراغ پاسوان کا سخت ردعمل سامنے آیا ہے۔ این ڈی اے میں شریک پارٹی ایل جے پی مودی حکومت کے ہر فیصلے میں ہمیشہ ساتھ کھڑی رہتی ہے، حتیٰ کہ شہریت ترمیمی قانون معاملہ پر بھی ایوان میں اس نے پی ایم مودی کا ساتھ دیا۔ لیکن گری راج سنگھ کے بیان پر ایل جے پی سربراہ اور بہار کے جموئی سے رکن پارلیمنٹ چراغ پاسوان نے انھیں تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ چراغ پاسوان نے گری راج سنگھ کے ذریعہ یہ کہے جانے پر اعتراض کیا کہ مسلمانوں کو ۱۹۴۷ء میں ہی پاکستان بھیج دیا جانا چاہئے تھا۔

چراغ کا کہنا ہے کہ ''بہار اسمبلی الیکشن سے پہلے گری راج سنگھ کا بیان تخریبی ہے اور اس طرح کے بیانات کی حمایت ایل جے پی کبھی نہیں کرسکتی۔'' انھوں نے مزید کہا کہ ''ایسے بیانات کی وجہ سے دہلی اسمبلی الیکشن میں پارٹی (بی جے پی) اپنا حشر دیکھ چکی ہے۔ ایسے بیانات توڑنے والے ہوتے ہیں اور ایسے سوچ کی ہم سخت الفاظ میں مذمت کرتے ہیں۔''

واضح رہے کہ مرکزی وزیر گری راج سنگھ نے مسلمانوں کے خلاف زہر اگلتے ہوئے انتہائی متنازعہ بیان پورنیہ میں میڈیا سے بات چیت کرتے ہوئے دیا تھا۔ انھوں نے کہا تھا کہ ''۱۹۴۷ء میں ہی سبھی مسلمانوں کو پاکستان بھیج دینا چاہیے تھا۔ ایسا نہیں کر کے ہمارے آبا واجداد نے بڑی غلطی کی۔'' انھوں نے مزید کہا کہ ''شہریت ترمیمی قانون کی مخالفت کے نام پر ہندوستان مخالف ایجنڈا چلایا جا رہا ہے۔ سی اے اے پر جو زبان پاکستان بولتا ہے، وہی اپوزیشن کے لوگ بھی بول رہے ہیں۔''

گری راج سنگھ نے آزادی اور تقسیم ہند کی بات کرتے ہوئے میڈیا سے کہا تھا کہ ''۱۹۴۷ء کے پہلے ہمارے آبا واجداد آزادی کی لڑائی لڑ رہے تھے اور جناح ملک کو اسلامک اسٹیٹ بنانے کا منصوبہ بنا رہا تھا۔ اس وقت ہمارے بڑوں سے بہت بڑی بھول ہوئی۔ اگر تبھی مسلمانوں کو وہاں (پاکستان) بھیج دیا جاتا اور ہندوؤں کو یہاں بلا لیا جاتا تو آج یہ نوبت ہی نہیں آتی۔'' انھوں نے ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ ''علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا ایک طالب علم کہتا ہے کہ جو ہماری قوم سے ٹکرایا ہے وہ برباد ہوا ہے۔ میں بھی کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں بھی جو ہم سے ٹکرائے گا، برباد ہو جائے گا۔'' گری راج سنگھ نے آگے کہا کہ ''بھارت تیرے ٹکڑے ٹکڑے ہوں گے کے نعرے لگتے ہیں۔ اس لیے آج وقت آ گیا ہے کہ لوگوں کو ملک کے تئیں وفادار اور خود سپرد ہونا ہوگا۔''

واضح رہے کہ اس سے پہلے بھی گری راج سنگھ کئی بار متنازعہ بیان دے چکے ہیں۔ سہارنپور میں انھوں نے کہا تھا کہ ''یہ دیوبند دہشت گرد کی گنگوتری ہے۔ دنیا میں جو بھی دہشت گرد پیدا ہوئے، چاہے حافظ سعید کا معاملہ ہو، یہ سارے لوگ یہیں سے نکلتے ہیں۔ یہ سی اے اے کے خلاف میں نہیں ہیں، یہ ہندوستان کے خلاف میں ہیں۔ ایک طرح سے یہ خلافت تحریک ہے۔''

پلوامہ شہیدوں کی جانچ رپورٹ منظر عام پر کیوں نہیں لا رہی بی جے پی حکومت؟

دھریندر اوستھی

گزشتہ سال لوک سبھا انتخابات سے ٹھیک پہلے جموں وکشمیر کے پلوامہ میں ہوئے دہشت گردانہ حملہ نے پورے ملک کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ اس حملہ میں ۴۰؍ سی آر پی ایف جوان شہید ہو گئے تھے لیکن ان جانبازوں کا نام بتانے کے لیے مرکز کی مودی حکومت اب تک تیار نہیں ہے۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ مرکزی حکومت یہ بھی نہیں بتانا چاہتی کہ پلوامہ میں شہید ہوئے جوانوں کو وہ شہید بھی مانتی ہے یا نہیں۔ اتنا ہی نہیں، پلوامہ دہشت گردانہ حملہ کی جانچ رپورٹ برسرعام کرنے کو بھی حکومت تیار نہیں ہے۔ پلوامہ دہشت گردانہ حملہ ہی وہ واقعہ تھا جس کے بعد لوک سبھا انتخاب کا پورا منظرنامہ ہی بدل گیا تھا اور بی جے پی ۳۰۳؍ سیٹوں کی زبردست اکثریت کے ساتھ مرکز میں دوبارہ قابض ہوئی۔

واضح رہے کہ ۱۴؍ فروری ۲۰۱۹ء کو جموں وکشمیر کے پلوامہ میں سی آر پی ایف کے قافلے میں زبردست دھماکہ ہوا تھا جس میں ۴۰؍ جوانوں کو اپنی شہادت دینی پڑی تھی۔ اس دہشت گردانہ حملے سے پورے ملک میں غم کی لہر دوڑ گئی تھی۔ ۹؍ جنوری اور ۱۰؍ جنوری ۲۰۲۰ء کے دو الگ الگ آر ٹی آئی کے ذریعہ مرکزی وزارت داخلہ کے تحت سی آر پی ایف کے ڈائریکٹر جنرل کو بھیج کر پانچ نکات پر مبنی جانکاری طلب کی گئی تھی۔ سی آر پی ایف ڈائریکٹوریٹ کے ڈی آئی جی (انتظامیہ) اور اطلاعات عامہ افسر راکیش سیٹھی نے اپنے جنوری ۲۰۲۰ء کے جواب میں مانگی گئی معلومات دینے سے انکار کر دیا۔ معلومات برسرعام نہ کرنے کے پیچھے انھوں نے وجہ بتائی کہ آر ٹی آئی ایکٹ-2005 کے سیکشن 6 کے پیرا 24(1) کے ضابطوں کے مطابق سی آر پی ایف کو بدعنوانی اور حقوق انسانی کی خلاف ورزی کے معاملوں کو چھوڑ کر دیگر کسی بھی طرح کی اطلاع دینے سے آزاد رکھا گیا ہے۔ آر ٹی آئی کارکن پانی پت کے پی پی کپور نے مرکز سے یہ معلومات مانگی تھی۔ پی پی کپور کا کہنا ہے کہ حکومت اپنی ناکامی کو چھپانے کے لیے جان بوجھ کر معلومات منظر عام پر نہیں لا رہی ہے۔

ایک طرف ہندوستان کے ۴۰؍ جوان ملک کی سیکورٹی کے لیے قربان ہو گئے، لیکن دوسری طرف حکومت ان کے نام تک بتانے کو تیار نہیں ہے۔ پی پی کپور کا کہنا ہے کہ پلوامہ واقعہ بدعنوانی اور سی آر پی ایف جوانوں کے حقوق کی خلاف ورزی کا سیدھا معاملہ ہے، اس لیے طلب کی گئی جانکاری دی جانی چاہیے تھی، جانکاری دینے سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ پلوامہ واقعہ میں ۴۰؍ فوجیوں کو بدعنوانی کی وجہ سے شہید ہونا پڑا۔ اگر سیکورٹی انتظام میں بدعنوانی نہیں ہوتی تو دو سو کوئنٹل سے زیادہ دھماکہ خیز مادے ملک میں نہیں آ پاتے۔ بے وجہ سی آر پی ایف کے جوانوں کا شہید ہونا ان کے حقوق کی خلاف ورزی ہے، اس لیے قومی مفاد میں یہ جانکاری حکومت کو فوری طور پر فراہم کرنی چاہئے۔ آر ٹی آئی میں مندرجہ ذیل معلومات طلب کی گئی تھیں۔

(۱) پلوامہ دہشت گردانہ حملہ میں شہید ہوئے سی آر پی ایف کے سبھی جوانوں کے نام اور عہدہ کی فہرست
(۲) ان شہیدوں کے اہل خانہ کو حکومت ہند کی جانب سے دی گئی مکمل معاشی مدد کی تفصیل
(۳) پلوامہ دہشت گردانہ حملے کی جانچ رپورٹ کی کاپی (۴)
جانچ میں قصوروار پائے گئے افسران کی فہرست
(۵) پلوامہ حملے میں شہید سی آر پی ایف جوانوں کو حکومت ہند شہید مانتی ہے یا نہیں؟

تعلیم یافتہ نوجوانوں کی بے روزگاری سے ذہنی تناؤ، نشہ خوری اور جرائم عروج پر

آس محمد کیف

امت کمار نے ۲۰۱۳ء میں بی ایڈ کیا تھا لیکن کہیں ملازمت نہیں پا سکے۔ آخر کار وہ صفائی کارکن بن گئے۔ ان کی تنخواہ محض ۶؍ ہزار روپے ماہانہ ہے اور نالی صاف کرنا بھی ان کے کاموں میں شامل ہے۔ امت جب نوکری نہ ملنے کی وجہ سے پریشان تھے، تو انہوں نے اپنی بیوی کو بھی بی ایڈ کرا دیا لیکن نوکری انہیں بھی نہیں مل سکی۔

مکیش کمار تین مضامین سے ایم اے کر چکے ہیں لیکن نوکری انہیں بھی نہیں مل سکی۔ انہوں نے ڈھابے پر ویٹر کی نوکری کی، لیکن وہاں کھانا پیش کرنے کے ساتھ مکیش سے برتن بھی صاف کرائے جانے لگے۔ مکیش نے نوکری چھوڑ دی، اور اب میرانپور تھانہ کے باہر وہ لوگوں کی درخواست تحریر کرتے ہیں۔ درخواست لکھنے کے عوض لوگ انہیں بیس روپے محنتانہ دے دیتے ہیں۔

ایک اور نوجوان محمد آزاد معذور ہیں اور ۲۰۱۶ء میں بی ایڈ کر چکے ہیں اور تبھی سے ملازمت کی تلاش میں ہیں۔ جسمانی طور پر معذور محمد آزاد اب بہت ہی مایوس نظر آتے ہیں، اور اس مایوسی کا تناؤ ان کے چہرے سے بھی نمایاں ہوتا ہے۔ محمد آزاد نے کہا: ''میں نے ۲۰۱۶ء میں بی ایڈ کیا تھا اور اب تک نوکری کی تلاش میں ہوں۔ سرکار کو کم از کم معذور کو تو نوکری دینی چاہئے۔ اتنے سال ہو گئے بی ایڈ کئے ہوئے، میری حالت پر کسی کو ترس نہیں آتا۔''

یہ تینوں نوجوان مظفر نگر ضلع کے رہائشی ہیں اور امت و مکیش دونوں دلت طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

قصبہ میرانپور کا یہ علاقہ یوں تو سرسبز نظر آتا ہے لیکن یہاں کے نوجوانوں کی زندگی میں بہار کا کوئی نام نہیں ہے، امت، مکیش اور آزاد الگ الگ طبقہ سے آتے ہیں لیکن سبھی کا درد مشترکہ ہے اور بے روزگاری نے انہیں اندر تک توڑ دیا ہے۔

۳۶؍ سالہ امت کہتے ہیں کہ انہوں نے ۲۰۱۳ء میں بی ایڈ کیا تھا، اور تبھی سے وہ نوکری کی تلاش میں ہیں۔ والمیکی طبقہ سے تعلق رکھنے والے امت نے نجی اسکول میں بھی نوکری کے لئے کوشش کی لیکن وہاں بھی کامیابی نہیں مل سکی۔ امت اب صفائی کارکن کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ ان کی ملازمت مستقل نہیں ہے اور المیہ یہ کہ ان کا انچارج محض آٹھویں جماعت پاس ہے۔ امت کے مطابق انہیں اپنے خاندان کی پرورش کرنی ہے اور اس کے علاوہ انہیں اور کچھ نظر نہیں آتا۔ فارغ وقت میں امت مزدور کی حیثیت سے کام پر بھی جاتے ہیں۔

مکیش کمار جو میرانپور تھانہ کے باہر بیٹھ کر فریادیوں کی درخواست لکھتے ہیں وہ اب ۳۸؍ سال کے ہو چکے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ''ایک وقت تھا جب مجھے علاقہ کا ذہین طالب علم قرار دیا جاتا تھا، سب کو لگتا تھا کہ میں ضرور افسر بن جاؤں گا لیکن ایسا نہیں ہوا، مجھے ڈھابہ پر برتن تک مانجنے پڑے۔ اب یہاں تھانہ کے باہر بیٹھ کر میں درخواست لکھتا ہوں۔ دن بھر میں ۱۰۰؍ روپے کما لیتا ہوں۔

میرانپور کے نزدیک واقع ایک گاؤں سنبھل ہیڑا میں بھی اسی طرح کی اداسیوں کا بسیرا ہے اور نوجوانوں میں مایوسی ہے۔ بیشتر لوگ ملازمت کے لئے گاؤں سے باہر جاتے تھے لیکن جب سے یہاں کے ایک پھیری لگانے والے کو تریپورہ میں ماب لنچنگ کر کے قتل کیا گیا، اس کے بعد سے نوجوانوں نے باہر جانا کم کر دیا۔ بی ایڈ کی ڈگری رکھنے والے بہت سارے نوجوان بے روزگار گھوم رہے ہیں۔ گاؤں کے نوجوان خالد سمیر کہتے ہیں کہ اس گاؤں میں پچاس سے زیادہ گریجویٹ لڑکے بے روزگار ہیں۔

سابق بلاک پرمکھ انار سنگھ روی کے مطابق یہاں کے نوجوان ذہنی تناؤ کا شکار ہو رہے ہیں۔ پہلے ہر روز کسی نہ کسی کی نوکری لگ جانے کی خبر آتی رہتی تھی لیکن اب ایسا نہیں ہوتا۔

گاؤں کے سابق پردھان اخلاق احمد بھی اس سے اتفاق ظاہر کرتے ہوئے کہتے ہیں ''تعلیم یافتہ بے روزگاری اپنی جگہ یہاں تو یومیہ مزدوروں کے بھی کھانے کے لالے ہیں۔ پانچ سال پہلے تک جہاں ان کو تین سو روپے اجرت مل جاتی تھی، اب وہ ڈھائی سو روپے میں بھی کام کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ گریجویٹ لڑکے مزدوری بھی نہیں کر پاتے اور سات۔ آٹھ ہزار کی نوکری کر کے ہی اپنا کام چلا رہے ہیں۔''

رمیش کا کہنا ہے کہ ''گاؤں کے کھیتوں میں لڑکے اکثر بھانگ کا نشہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور آپس میں جھگڑا بھی کرتے ہیں۔ آخر خالی دماغ شیطان کا گھر ہوتا ہے اور یہ سب کچھ بے روزگاری کی وجہ سے ہو رہا ہے۔'' اس گاؤں کی پردھان سلمٰی راؤ کے شوہر عبدالقادر کے مطابق گاؤں کا سب سے بڑا مسئلہ بے روزگاری ہے، اگر پڑھے لکھے لڑکوں کو روزگار نہیں ملتا اور مزدوری کرتے انہیں شرم آتی ہے اور وہ مزدوری کر بھی نہیں پاتے۔ سماج میں بھی بے روزگار کی کوئی عزت نہیں ہوتی اور اپنا ہی خاندان انہیں بوجھ سمجھتا ہے۔ کچھ ناخواندہ لڑکے ان کا مذاق بھی اڑاتے ہیں۔ لہٰذا بے تعلیم یافتہ روزگاروں کا ایک بڑا حصہ نشہ کی لت کا شکار ہو جاتا ہے اور کئی تو جرائم کی طرف بھی چلے جاتے ہیں۔

اخبار جہاں ، تعلیم وروزگار

(از: محمد عادل فریدی)

ایغور مسلمان بدستور چینی حکومت کے ظلم وتشدد کا شکار

چین میں ایغور مسلم اقلیت کو مذہب اور ثقافت کی بنیاد پر بدستور حکومتی ظلم و جبر کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ یہ بات قیدیوں کی ایک ایسی فہرست سے سامنے آئی ہے، جو ڈوئچے ویلے اور دیگر نشریاتی اداروں کو فراہم کی گئی ہے۔ اس فہرست میں ژنجیانگ کے ایک چھوٹے سے علاقے سے تعلق رکھنے والے تین ہزار سے زائد ایغور قیدیوں کے حالات درج ہیں۔ جرمن دفتر خارجہ کے خفیہ دستاویزات میں بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ چین کے اس صوبے میں کم از کم ایک ملین ایغوروں کو نظر بند کیا گیا ہے۔ ان میں ایک امام ایمر بھی شامل ہیں جو ہر جمعہ کو یہ خطبہ دیتے ہیں کہ اسلام امن کا مذہب ہے اور ہر اتوار کو جڑی بوٹی دواؤں کے ذریعہ بیماروں کا علاج کرتے ہیں اور سردی کے دنوں میں غریبوں کو کوئلہ فراہم کرتے ہیں۔ پولیس نے ان کے تینوں بیٹوں کو تین سال قبل حراستی کیمپ میں بھیج دیا تھا۔ ڈیٹا سے اس بات کا انکشاف ہوتا ہیکہ بڑی تعداد میں لوگوں کو حراستی کیمپ میں رکھنے کا اصل مقصد مذہب ہے۔ اس ریسرچ اسکالر نے بتایا کہ مذہبی امور کے پابند افراد کو خاص طور پر نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اس دستاویز میں تین ہزار سے زائد لوگوں کی ذاتی تفصیلات درج ہیں جن کا تعلق مغربی خطے سنکیانگ سے ہے، یہ ریکارڈ ۱۳۷؍صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں یہ لکھا گیا ہے کہ لوگ باقاعدگی سے نماز پڑھتے ہیں لباس کیسا پہنتے ہیں اور کس سے رابطہ کرتے ہیں اور ان کے خاندان کے لوگوں کا رویہ کیسا ہے۔ چین میں انسانی حقوق کے جائزے کی اس رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ سنکیانگ میں تقریباً ایک کروڑ ایغور مسلمان آباد ہیں اور ان میں سے دس لاکھ افراد نظر بند یا پھر چینی حکام کے حراستی مراکز اور کیمپوں میں قید ہیں۔ چین نے ۲۰۱۶ء کے اواخر میں ایغور مسلمانوں کے لیے یہ مبینہ کیمپ تیار کیے تھے۔ اس رپورٹ میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ ان کیمپوں میں ایغور برادری پر جنسی تشدد بھی کیا گیا اور جسمانی تشدد سے اموات بھی ہوئی ہیں۔ علاوہ ازیں اس رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ چین مصر، قزاقستان، ملائیشیا، پاکستان اور تھائی لینڈ پر دباؤ دے رہا ہے کہ چین سے فرار ہونے والے ایغور باشندوں کو واپس بھیجا جائے۔ رپورٹ کے مطابق چینی حکام ایغور سمیت دیگر مسلمان اقلیتوں پر گہری نگاہ رکھے ہوئے ہے۔ (ڈوئچے ویلے جرمنی)

جرمنی میں مسلم تنظیموں کا حکومت سے مزید تحفظ فراہم کرنے مطالبہ

مختلف مسلم تنظیموں نے بم حملوں کے خطرے کے تناظر میں جرمن حکومت سے مزید تحفظ کا مطالبہ کیا ہے۔ جرمنی میں مسلمانوں کی مرکزی کونسل کے سیکرٹری جنرل عبدالصمد الیزیدی نے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ مسلم کمیونٹی اور مساجد کو شدت پسندوں سے خطرات لاحق ہیں۔ جرمنی میں ترک مسلمانوں کی یونین دی تب نے بھی اسی قسم کا مطالبہ کیا ہے۔ مسلم تنظیموں کا یہ بیان دائیں بازو کے ایک مشتبہ دہشت گرد گروہ کی جانب سے مساجد کو نشانہ بنانے کی منصوبہ بندی کے فاش ہونے کے تناظر میں سامنے آیا۔ اسی طرح بعض تنظیموں کا موقف ہے کہ مسلم برادری خود کو محفوظ محسوس نہیں کر رہی ہیں۔ ان تنظیموں کا موقف ہے کہ اس پیش رفت پر اکثریت کی خاموشی افسوسناک ہے۔ (فکروخبر)

ٹرمپ کے معاون راجر اسٹون کو چالیس ماہ قید کی سزا

امریکہ کی ایک عدالت نے پارلیمانی جانچ میں رکاوٹ ڈالنے، گواہوں کو متاثر کرنے اور جھوٹ بولنے کے معاملے میں صدر ڈونالڈ ٹرمپ کے قریبی معاون اور سیاسی مشیر راجر اسٹون کو قصوروار قرار دیتے ہوئے چالیس ماہ کی سزا سنائی ہے۔ فی الحال اسٹون کو جیل نہیں بھیجا گیا ہے اور وہ اس فیصلے کے خلاف عدالت میں اپیل کر سکتے ہیں۔ ضلع جج اے می جیکشن برمن نے کہا ہے کہ اسٹون کی غلط کاموں کی وجہ سے انہیں سزا ملی ہے اور انہوں نے تو یہاں تک بھی کہہ دیا ہے کہ اسٹون نے انہیں سوشل میڈیا پر دھمکی دینے کی بھی کوشش کی تھی۔ (یو این آئی)

انڈونیشیائی امیر غریبوں سے شادی کر کے ملک کو معاشی طور پر مستحکم بنائیں: دلچسپ تجویز

ملک سے غریبی ختم کرنے کی گزشتہ پندرہ برسوں کی ایک سے زیادہ کوششوں کے حسب خواہ نتائج سامنے نہ آنے پر انڈونیشیا نے ایک منفرد اور دلچسپ تجویز پیش کی ہے کہ ملک کے امیر لوگ غریبوں سے شادیاں کریں۔ انڈونیشیائی اخبار ''جکارتہ پوسٹ'' نے ایک اور نیوز ویب سائٹ کے حوالے سے یہ اطلاع دی ہے۔ آبادی کے لحاظ سے مسلمانوں کے اس سب سے بڑے ملک میں پچھلے پندرہ برسوں میں ہیں صرف ۱۳؍فیصد لوگوں کو ہی متوسط طبقے میں شامل کیا جا سکا ہے۔

ڈی این اے کا کمال؛ اغوا شدہ سعودی لڑکے کی بیس سال بعد اپنے خاندان سے ملاقات

سعودی عرب میں بیس سال قبل اغوا شدہ ایک لڑکے کی ڈی این اے کی مدد سے شناخت ہوگئی ہے اور اس کی اپنی پیدائش کے بعد پہلی مرتبہ اپنے خاندان سے دوبارہ ملاقات ہوئی ہے، العربیہ ڈاٹ نیٹ کی رپورٹ کے مطابق موسیٰ الخنیز ی نامی اس لڑکے کو ۱۹۹۹ء میں ایک سعودی عورت نے الدمام میں واقع میٹرنٹی اور چلڈرن اسپتال سے پیدائش سے صرف تین گھنٹے کے بعد ہی اغوا کر لیا تھا۔ ۱۹۹۰ء کی دہائی میں الدمام میں اسپتال سے اس انداز میں دو لڑکے اغوا ہوئے تھے اور ان وارداتوں سے سعودی عرب بھر میں تشویش کی ایک لہر دوڑ گئی تھی۔ اسی عورت نے تین سال قبل ۱۹۹۶ء میں ایک اور عورت کا بچّہ بھی اسی انداز میں اغوا کیا تھا۔ اس نامعلوم عورت نے ان دونوں بچوں کی پرورش کی اور انھیں یہ بتایا تھا کہ وہ اس کے ہاں بغیر شادی کے پیدا ہوئے تھے۔ پولیس ان دونوں لڑکوں کی بازیابی کے لیے مسلسل تحقیقات کرتی رہی تھی لیکن وہ انھیں کہیں سے برآمد کرنے میں ناکام رہی تھی۔ لیکن ان دونوں لڑکوں کے اس طرح پُراسرار انداز میں اغوا کا معمہ اس عورت نے خود ہی حل کرنے میں مدد کی ہے۔ اس عورت نے ان دونوں لڑکوں کی عمر بیس سال ہونے کے بعد ان کے شناختی کارڈ کے حصول کے لیے درخواست دائر کی، لیکن ان کے والد کا نام نہیں لکھا۔ اس پر پولیس کو شبہ ہوا اور اس نے ان دونوں کا ڈی این اے ٹیسٹ کیا۔ ان کے نمونے اس عورت سے نہیں ملے۔ علی الخنیز ی کی اہلیہ کا بھی ڈی این اے ٹیسٹ کیا گیا اور اس کے نتائج سے یہ انکشاف ہوا کہ ان میں ایک لڑکا درحقیقت ان کا سگا بیٹا موسیٰ الخنیز ی ہے۔ اس کے بڑے بھائی محمد الخنیز ی نے العربیہ کو بتایا ہے کہ ان کی والدہ نے اسپتال میں ایک اجنبی عورت کو اپنے کمرے میں آنے کی اجازت دی تھی۔ تب اس عورت نے کہا کہ وہ نومولود کو نہلانا چاہتی ہے اور وہ یہ کہہ کر اس کو باہر لے گئی، وہ پھر کبھی واپس نہیں آئی اور ان کے نومولود بھائی کو لے کر کہیں غائب ہوگئی تھی۔

سفر حج کے لیے پہلی قسط کی رقم ۲۵؍فروری تک جمع ہوگی

حج کمیٹی آف انڈیا نے سفر حج کے لیے پہلی قسط کی رقم جمع کرنے کی تاریخ میں توسیع کر دی ہے۔ اب ۲۵؍فروری ۲۰۲۰ء تک پہلی قسط کی رقم جمع کر سکتے ہیں۔ سفر حج کے لیے درخواست جمع کرنے والے ایسے افراد جو کسی وجہ سے اب تک پہلی قسط کی رقم جمع نہیں کر پائے تھے ان کے لیے یہ راحت کی بات ہے۔ خیال رہے کہ پہلی قسط کے طور پر ہر عازم حج کو ۸۱۰۰۰؍ (اکیاسی ہزار) روپئے جمع کرنے ہیں جو اسٹیٹ بینک آف انڈیا یا یونین بینک آف انڈیا میں پے ان سلپ کے ذریعہ کور بینکنگ کی سہولت والے کسی بھی شاخ میں ۲۵؍فروری تک جمع کر سکتے ہیں www.hajcomittee.gov.in پر لاگ ان کر کے آن لائن رقم بھی جمع کی جاسکتی ہے۔ (قومی تنظیم)

ایر انڈیا کی چین جانے والی سبھی پروازیں ۳۰؍جون تک منسوخ

ایر انڈیا نے چین کو جانے والی سبھی فلائٹس ۳۰؍جون تک روک دی ہیں۔ اس کی وجہ چین میں پھیل رہی خطرناک بیماری کورونا وائرس ہے۔ کورونا وائرس کا خطرہ اب صرف چین پر ہی نہیں بلکہ دنیا کے دوسرے ملکوں پر بھی منڈرا رہا ہے، اسی کی وجہ سے صرف ہندستان نے ہی نہیں اور بھی کئی ملکوں نے چین کے لیے آنے جانے والی فلائٹس روک دی ہیں۔

ایر انڈیا کے ترجمان نے بتایا کہ شنگھائی اور ہانگ کانگ جانے والی اڑانیں ۳۰؍جون تک رد کر دی گئی ہیں۔ بتادیں کہ دہلی اور ہانگ کانگ کے بیچ ایر انڈیا کی ہر روز ایک فلائٹ جاتی ہے جبکہ دہلی سے شنگھائی کے بیچ ہفتے میں ۶؍مرتبہ اڑان ملتی ہے۔ (نیوز۔۱۸)

بہار مدرسہ ایجوکیشن کا نیا دفتر ہارون نگر میں

بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے نئے دفتر کا پتہ اب پھلواری شریف ہارون نگر سیکٹر۔۲ ہوگیا ہے۔ حالانکہ مدرسہ بورڈ کا یہ مستقل پتا نہیں ہے، امید کی جا رہی ہے کہ جلد ہی حکومت کی جانب سے پٹنہ کے میٹھا پور میں مدرسہ بورڈ کے لئے شاندار دفتر کی تعمیر کی جائے گی۔ مدرسہ بورڈ کے چیئرمین کے مطابق حکومت کی جانب سے مدرسوں کی ترقی کے سلسلے میں کئی طرح کا منصوبہ بنایا گیا ہے جس کو زمین پر اتارنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ واضح رہے کہ مدرسہ بورڈ سے ۱۹۴۲؍مدارس ملحق ہیں، اس کے علاوہ مزید چار ہزار مدرسوں کا مدرسہ بورڈ امتحان منعقد کرتا ہے۔ ہر سال ڈیڑھ لاکھ سے زائد طلبہ مدرسہ بورڈ کا امتحان دیتے ہیں، لیکن ودیاپتی مارگ پر مدرسہ بورڈ کا دفتر چھوٹا تھا اس لیے بورڈ کے دفتر کو پھلواری شریف کے ہارون نگر میں منتقل کیا گیا ہے۔ خیال رہے کہ بورڈ نے مدرسوں میں نیا نصاب بھی لاگو کیا ہے، تمام مضامین کی کتابیں اردو میں شائع کی جا رہی ہیں، ساتھ ہی کتابوں کا موبائل ایپ بھی بنایا گیا ہے۔ مدرسوں کے اساتذہ کو ڈیزاسٹر مینجمنٹ کی تربیت کے ساتھ ہی جدید علوم پڑھانے کا انتظام بھی کیا جا رہا ہے۔ (نیوز۔۱۸)

جامعہ صدی تقریبات کو سب سے زیادہ با معنی شعبہ اردو نے بنایا ہے : پروفیسر نجمہ اختر

جامعہ ملیہ اسلامیہ کے شعبہ اردو کی بیش بہا خدمات کی ستائش کرتے ہوئے جامعہ ملیہ اسلامیہ کی وائس چانسلر پروفیسر نجمہ اختر نے کہا کہ اس کا شعبۂ اردو نہ صرف پوری ادبی دنیا میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے بلکہ اس شعبے کا تحقیقی معیار ہمیشہ سے مثالی رہا ہے۔ یہ بات انہوں نے شعبۂ اردو کے آٹھویں سالانہ مجلّہ ''ارمغان'' کی تقریب رونمائی کے دوران کہی۔ انہوں نے جامعہ کی ادبی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ یہاں سے زبان وادب کی عظیم شخصیات وابستہ رہی ہیں۔ (یو این آئی)

پاکستان زندہ باد کے نعرے پر بغاوت کا مقدمہ

بھارت کے جنوبی شہر بنگلور میں پولیس حکام نے ''پاکستان زندہ باد'' کا نعرہ لگانے والی طالبہ کو گرفتار کر لیا ہے۔ اس اٹھارہ سالہ طالبہ پر بغاوت کا مقدمہ درج کر کے جیل بھیج دیا گیا ہے۔ ۲۰؍فروری کی شب شہریت سے متعلق نئے قانون کے خلاف احتجاج کے لیے بنگلور کے فریڈم پارک میں ایک جلسہ ہو رہا تھا جس میں شرکت کے لیے کالج کی طالبہ ''امولیہ لیونا'' بھی پہنچیں اور انہوں نے اسٹیج پر آتے ہی پہلے پاکستان زندہ باد اور پھر ہندوستان زندہ باد کے نعرے لگانے شروع کر دیے۔ ایسا کرنے پر انھیں پہلے روکا گیا اور پھر ان کے ہاتھ سے مائیک چھین کر پولیس نے انھیں حراست میں لے لیا، امولیہ کو چودہ روز کی عدالتی تحویل میں بھیج دیا گیا ہے اور پولیس ان سے پوچھ گچھ کر رہی ہے۔ ایک سینیئر پولیس افسر بی رمیش نے اس کارروائی سے متعلق بات کرتے ہوئے کہا کہ ان کے خلاف ملک سے بغاوت کا مقدمہ درج کیا گیا ہے۔ اس دوران امولیہ کے والد نے پولیس سے یہ شکایت کی ہے کہ اس واقعے کے بعد بعض افراد نے ان کے گھر میں داخل ہو کر توڑ پھوڑ کی ہے۔ اطلاعات کے مطابق پولیس نے اس سلسلے میں سخت گیر ہندو تنظیموں سے وابستہ کچھ لوگوں کے خلاف کیس درج کر لیا ہے۔ (ڈوئچے ویلے)

طب وسائنس

امراض قلب کا علاج

ایک مفکر کا قول ہے کہ بیماری کا علاج سب سے پہلے غذا سے کرنا چاہئے۔ گذشتہ 50 سالوں کی تحقیقات اور تجربات نے بھی اس بات کی تصدیق کی ہے کہ مناسب غذا کے استعمال سے بہت سے مہلک امراض جن میں امراض قلب بھی شامل ہے نجات حاصل ہوتی ہے۔

موجودہ تحقیقاتت کے مطابق دینا میں 90 فیصد امراض غذا کی خرابی کا ہی نتیجہ ہوتے ہیں۔ دنیا کے جن علاقوں میں گوشت خوری کا رواج نہیں یا جو افراد عادتاً مستقل سبزی خور ہیں ان میں امراض قلب ایک چوتھائی سے بھی کم ہے۔ حالیہ تحقیقات کی رو سے غذاؤں میں پھلوں، سبزیوں اور اناج کا استعمال امراض قلب سے محفوظ رکھتا ہے اور جسم میں چکنائی کی سطح کو بھی نارمل رکھتا ہے۔ خلیوں کی صحت کیلئے وٹامن E ضروری ہوتے ہیں ان وٹامنز کا حصول پھلوں' سبزیوں اور اناج سے ممکن ہے کیونکہ پھلوں اور سبزیوں میں وٹامن C اور ثابت اناج میں وٹامن E بکثرت ہوتے ہیں۔ امریکی ادارہ غذا اور صحت کے مطابق ایک مرد کیلئے 65 اور ایک عورت کیلئے 55 گرام لحمیات روزانہ کی انتہائی مقدار ہے۔ ماہرین کی رائے یہ ہے کہ اس مقدار کی نصف بھی یعنی 35 گرام لحمیات روزانہ ایک 70 کیلووزنی آدمی کیلئے کافی ہوتی ہے۔

ہارورڈ یونیورسیٹی میں 80 ہزار مریضوں پر ہونے والی تحقیق اور مطالعہ سے ثابت ہوا ہے کہ فولک ایسڈ بکثرت استعمال کرنے سے ان کے امراض قلب میں مبتلا ہونے کے خطرات 31 فیصد کم ہوگئے۔ فولک ایسڈ کو فولیٹ بھی کہا جاتا ہے یہ خون میں ہوموسٹین نامی امینو ایسڈ کی سطح کو کم کرتا ہے جو زائد چربی اور کولیسٹرول والی غذاؤں سے خون میں جمع ہوجاتا ہے۔ اس ایسڈ کے اضافہ سے دل کے امراض اور فالج کا خطرہ بھی بڑھ جاتا ہے ماہرین کے مطابق فولک ایسڈ کی روزانہ درکار خوراک 400 مائیکروگرام ہے۔ یہ پالک' گوبھی' سیم، کینو، سنگترے کے رس اور لوبیا کے بیجوں میں بکثرت موجود ہوتا ہے۔

ماہرین بتاتے ہیں کہ اس کی فراہمی یقینی بنانے کے لئے کسی معیاری وٹامنز ٹیلیٹ کا استعمال اور زیادہ مناسب ہوتا ہے بشرطیکہ اس میں یہ مطلوبہ مقدار موجود ہو۔ اس تحقیق سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ لووٹامن B استعمال کرنے والوں میں بھی حملہ قلب کا خطرہ 33 فیصد کم ہوا۔ فولک ایسڈ کی طرح وٹامن B6 بھی حملہ قلب کا سبب بننے والے ہوموسٹین کی سطح میں کمی کرتا ہے وٹامن B6 کو پائری ڈوکسین بھی کہا جاتا ہے۔ یہ وٹامن روزانہ مقدار میں 3 ملی گرام درکار ہوتا ہے اور اس کا حصول مرغی کے گوشت' بند گوبھی' بھورے چاول' بڑے' چنے' آٹے اور ثابت اناج کے ذریعہ ممکن ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وٹامن E 100 سے 800 ملی گرام روزانہ کھانے سے امراض قلب کا خطرہ 40 فیصد کم ہوجاتا ہے۔ یہ خون میں کولیسٹرول یعنی ایل ڈی ایل کی سطح کم کر کے قلب کی شریانوں میں رکاوٹ پیدا نہیں ہونے دیتا۔ اتنی مقدار میں اسے حاصل کرنے کے لئے اس کے کیپسول استعمال کرنا مناسب ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ وٹامن نباتاتی تیلیوں' مغزیات اور ثابت گندم میں بھی ہوتا ہے۔ جرنل آف امریکن ڈائٹک ایسوسی ایشن میں شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق ہندوستان میں تجربات سے ثابت ہوا ہے کہ حملہ قلب کے بعد جو مریض زیادہ سبزیاں اور پھل کھاتے ہیں وہ جلد صحتیاب ہوجاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں امراض قلب میں مبتلا 204 مریضوں کا مطالعہ کیا گیا انہیں 400 گرام پھل اور سبزیاں کھلائی گئیں ان میں پپیتا' پھل اور ہری مرچیں قابل ذکر ہیں۔ ان اشیاء میں وٹامن C کی بھرپور مقدار ہوتی ہے۔ اس تجربہ سے ان افراد کی شدت میں نمایاں کمی ہوئی اور یہ بھی واضح ہوا کہ قلب کے حملہ کے بعد ان مریضوں کی بھوک کے بحال ہونے کے بعد انہیں وٹامن C سے بھرپور پھل اور سبزیاں کھلانے سے بحالی صحت کی رفتار میں اضافہ ہوتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق قلب کے حملے سے خون میں شامل ہونے والے انزائم کی مقدار وٹامن C اے بھرپور اور سبزیوں کے استعمال سے کم ہونے لگتی ہیں۔ جو قلب کی صحتیابی کی واضح علامت ہے۔

ہارورڈ یونیورسیٹی کی تحقیق کی روشنی میں یہ بات بھی واضح ہوئی ہے کہ ہر ہفتے 3 اونس چکنی مچھلی کے گوشت کا استعمال کافی ہوتا ہے۔ ہفتہ میں ایک بار اس کے استعمال سے ہارٹ اٹیک کے خطرہ میں 50 سے 70 فیصد کمی ہوجاتی ہے۔ چکنی مچھلیوں میں اومیگا 3 نامی روغنی تیزاب موجود ہوتا ہے جو قلب کے لئے مفید ہے۔ اس روغنی تیزاب کی بدولت شریانیں صاف اور لچکدار رہتی ہیں۔

ایک مطالعہ سے یہ انکشاف بھی ہوا ہے کہ سرخی مائل انگور' سرخ تربوز اور لال پکے ہوئے ٹماٹروں میں پایا جانے والا سرخ رنگ دراصل ایک اہم بیٹا کیروٹین ہے جسے لائیکوپین کہا جاتا ہے۔ یہ کیمیائی جزول کی بیماریوں کے ساتھ ساتھ سرطان سے بھی تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اس مطالعہ سے ثابت ہوا کہ صحت مند لوگوں کے مقابلے میں حملہ قلب کا شکار ہونے والی افراد کے ریشوں میں لائیکوپین کی سطح کم پائی گئی۔ ان اشیاء کا دن میں ایک یا دو مرتبہ استعمال کافی ہوتا ہے۔ لائیکوپین کچے کی نسبت تیل میں پکے ہوئے ٹماٹروں میں زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے اسے زیتون یا کینولہ آئیل کی معمولی مقدار میں پکا کر کھانا مفید قرار دیا گیا ہے۔

فن لینڈ میں ہونے والی ایک تحقیق کے مطابق انگور بھی قلب کیلئے مفید ہے۔ انگور کھانے سے خون پتلا رہتا ہے بالخصوص سیاہ اور سرخ انگوروں کا ایک گلاس رس پینے سے خون میں CLOT یعنی منجمند خون کے لوتھڑا بننے کا خطرہ 60 فیصد کم ہوجاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انگور میں فیلونائیڈز نامی ایک کیمیائی جزو ہوتا ہے جو خون کا گاڑھا پن دور کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ پیاز اور سیب شوق سے کھاتے ہیں انہیں بھی فیلونائیڈز زیادہ مقدار مُں ملتے ہیں۔ اسی تحقیق کے مطابق پیاز اور سیب کے شائقین امراض قلب میں بہت کم مبتلا ہیں۔ ان حقائق کی روشنی میں ہمیں اپنی غذاؤں کا از سر نو جائزہ لینا چاہئے اور مختلف اجزاء کی مقررہ مقدار معلوم کرنے کے لئے کوشش کرنی چاہئے تاکہ اعتدال کے اندر رہا جائے۔ اس کے علاوہ حیاتیاتی اور دوسری ضروری اشیاء کا استعمال کر کے ہم حملہ قلب سے بچ سکتے ہیں۔ وٹامنز وغیرہ کی خریدراری اور انتخاب سے پہلے اپنے ڈاکٹر سے مشورہ ضروری ہے اور کوئی بھی دوا اپنے طور پر نہیں لینی چاہئے غذا کی معلومات کے لئے دستیاب کتابوں اور چارٹوں سے مدد لینی چاہئے۔ اگر ہو سکے تو اچھے ماہر غذائیت کی خدمات سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ حملہ قلب سے بچاؤ ایک بڑا چیلنج ہے اور مناسب غذا اس میں اہم کردار ادا کرسکتی ہے۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیری ندوی

سیاست کی جرائم کاری برداشت نہیں: سپریم کورٹ

سیاست میں جرائم پیشہ افراد کے داخلہ کو روکنے کے لئے سپریم کورٹ نے سیاسی پارٹیوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے امیدواروں کا مجرمانہ ریکارڈ اپنی ویب سائٹ، اپنے فیس بک اکاؤنٹ، ٹوئٹر وغیرہ پر اپ لوڈ کریں۔ عدالت نے کہا ہے کہ اگر سیاسی پارٹیوں نے ایسا نہیں کیا تو ان کے خلاف توہین عدالت کی کارروائی کی جائے گی۔ عرضی گزار جن میں بی جے پی کے اشونی اپادھیائے بھی شامل ہیں، انہوں نے عدالت سے درخواست کی تھی کہ وہ سیاسی پارٹیوں پر دباؤ ڈالیں کہ وہ مجرمانہ کردار کی شبیہ والے رہنماؤں کو ٹکٹ نہ دیں اور اگر وہ ایسا کریں تو ان کے خلاف کارروائی کی جائے۔ سپریم کورٹ نے اس عرضی پر یہ فیصلہ سنایا ہے۔ جسٹس آر ایف نریمن اور جسٹس ایس رونددر بھٹ کی بینچ نے یہ فیصلہ سناتے ہوئے کہا کہ آخر سیاسی پارٹیوں کی ایسی کیا مجبوری ہے کہ وہ مجرمانہ کردار کے لوگوں کو ہی ٹکٹ دیتی ہیں۔ عدالت نے ان ہدایات پر عمل نہ کئے جانے پر الیکشن کمیشن کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ سیاسی پارٹیوں کے خلاف ان معلومات سے عدالت کو آگاہ کرائے، سیاست کو جرائم زدہ ہونے سے روکنے کے لئے عدالت نے سیاسی پارٹیوں کے لئے گائیڈ لائن جاری کی ہے۔ عدالت عظمٰی نے کہا کہ گزشتہ چار عام انتخابات میں سیاست میں جرائم تیزی سے بڑھے ہیں۔ اس کے مطابق اگر سیاسی پارٹیوں کی طرف سے مجرمانہ پس منظر کے شخص کو ٹکٹ دیا جاتا ہے تو اس کے جرائم کی تفصیلات پارٹی کی ویب سائٹ پر دینا ہوگا۔ (تاثیر ۱۴رفروری ۲۰۲۰)

زمین سے منسلک دستاویزات سے نہیں ثابت ہوتی شہریت: گوہاٹی ہائی کورٹ

بینک اکاؤنٹس کی تفصیلات، پین کارڈ اور زمین آمدنی رسید جیسے دستاویزات شہریت ثابت کرنے کے لئے نہیں کیا جاسکتا ہے، گوہاٹی ہائی کورٹ نے غیر ملکی ٹربیونل کے فیصلے کے خلاف ایک خاتون کی درخواست مسترد کرتے ہوئے یہ بات کہی، ٹرائیونل نے عورت کو غیر ملکی شہری کے زمرے میں رکھا تھا، حالانکہ بھومی اور بینک کھاتوں سے جڑے دستاویزات انتظامیہ کے قابل قبول دستاویزات کی فہرست میں رکھا گیا ہے، قابل ذکر ہے کہ قومی شہری رجسٹر (این آرسی) کی آخری فہرست جاری ہونے کے بعد کم از کم ۱۹رلاکھ لوگ اپنی شہریت ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، ان معاملات کا جائزہ لینے کے لئے پورے آسام میں ۱۰۰رغیر ملکی ٹربیونل قائم کئے گئے ہیں، ٹربیونل کی طرف سے معاملات کو ہائی کورٹ اور اگر ضرورت پڑے تو سپریم کورٹ میں اٹھایا جاسکتا ہے۔ گوہاٹی ہائی کورٹ کے جج منوجیت بھوئیاں اور جسٹس پارتھیو جیوتی سی نے حالیہ حکم میں اسی عدالت کے ۲۰۱۶ء کے ایک فیصلے کا ذکر کیا ہے، زبیدا بیگم عرف زبیدا خاتون نے غیر ملکی ٹربیونل کے خود کو غیر ملکی قرار دینے کے حکم کو چیلنج کرنے کے لئے ہائی کورٹ میں درخواست دائر کی تھی، ہائی کورٹ اور ٹربیونل نے کہا کہ عورت نے اپنے باپ اور شوہر کی شناخت کا اعلان کرنے کے لئے گاؤں کے سربراہ کی طرف سے جاری کیا ایک سرٹفیکٹ سمیت ۱۴ردستاویزات غیر ملکی ٹربیونل کو دیے تھے، تاہم وہ خود کو اپنے خاندان سے شامل کرنے کا کوئی بھی دستاویز دکھانے میں ناکام رہی۔ ہائی کورٹ نے کہا کہ کورٹ پہلے کہہ چکی ہے کہ پین کارڈ اور بینک اکاؤنٹ شہریت کا ثبوت نہیں ہیں، زمین آمدنی ادائیگی کی رسید شخص کی شہریت کو ثابت نہیں کرتا، اس لئے ہم نے محسوس کیا ہے کہ ٹربیونل نے اپنے سامنے رکھے گئے ثبوتوں کو صحیح طریقے سے سمجھا ہے۔ (ہمارا سماج ۱۹رفروری ۲۰۲۰)

ٹرمپ کو اچھے دن دکھانے کے لئے ۴۵رغریب خاندانوں کو اجاڑا گیا

دنیا بھر میں گجرات ماڈل کو لے کر ہوّا کھڑا کرنے والے پی ایم مودی اب گجرات میں غریبی چھپانے کے کام میں مصروف ہیں۔ امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ کی آمد پر یہ خبریں سامنے آرہی ہیں کہ ٹرمپ کے ہندوستان دورہ سے پہلے احمد آباد میونسپل کارپوریشن (اے ایم سی) نے نوتعمیر موٹیرا اسٹدیڈیم کے پاس ایک جھگی میں رہنے والے ۴۵رخاندانوں کو گھر خالی کرنے کا نوٹس جاری کیا ہے، جھونپڑی میں رہنے والے تقریبا ۲۰۰رلوگوں کو بے گھر کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ متاثرین کا کہنا ہے کہ انہیں آئندہ 'نمستے ٹرمپ' ایوینٹ کی وجہ سے ہٹنے کے لیے کہا گیا ہے۔ یہ غریب لوگ دو دہائیوں سے یہاں مقیم ہیں۔ (ہمارا سماج ۱۹رفروری ۲۰۲۰)

امارت ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ گلاب باغ پورنیہ میں جلسہ تقسیم انعامات منعقد

امارت ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ مظفر نگر گلاب باغ پورنیہ میں جلسہ تقسیم انعامات کا انعقاد ہوا جس میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے امارت ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ کے جنرل سکریٹری مولانا سہیل احمد ندوی نے شرکت کی، موصوف نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ایک نامور ادارہ ہے جہاں غریب طبقہ کے طالب علموں کو رعایتی فیس پر تعلیم دی جاتی ہے، یہاں سے تعلیم حاصل کر کے بچے ملک و بیرون ملک میں ملازمت کر کے اپنے خاندان کی کفالت کرتے ہیں۔ مزید فرمایا کہ انفارمیشن، کوآرڈینیشن، کوآپریشن، ریگولر کلاس کا تال میل اسٹوڈنٹ اور اساتذہ میں ہونا ضروری ہے تبھی صحیح تعلیم حاصل ہوسکتی ہے اور معیار تعلیم بھی مضبوط ہوسکتا ہے، یہ ادارہ بہار سرکار کے ساتھ ساتھ این سی وی ٹی سے منظور شدہ ہے، آخر میں سال 2019-2020 کے پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء کو مہمان خصوصی کے ہاتھوں اعزاز وسند سے نوازا گیا۔

راشٹر واد کا مطلب ہٹلرزم، نازی ازم اور فاشزم ہے : موہن بھاگوت

راشٹریہ سویم سیوک سنگھ (آر ایس ایس) کے سربراہ موہن بھاگوت نے رانچی میں ایک پروگرام کے دوران سنگھ کے کیڈر کو لفظ ''نیشنلزم'' (راشٹرواد) کے استعمال سے گریز کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ بھاگوت نے کہا ہے کہ ''نیشنلزم'' جیسے الفاظ کا استعمال نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ اس کا مطلب نازی یا ہٹلر سے نکالا جا سکتا ہے۔ اس کی جگہ ''راشٹر'' یا ''راشٹریہ'' جیسے الفاظ کا استعمال مناسب ہے۔ انہوں نے کہا کہ دنیا کے سامنے اس وقت آئی ایس آئی ایس، بنیاد پرستی اور موسمیاتی تبدیلی جیسے مسائل بڑے چیلنج بن کر سامنے آئے ہیں۔ موہن بھاگوت نے کہا کہ آر ایس ایس کا فروغ ملک کے لئے ہے کیونکہ ہندوستان کو وِشوگرو بنانا ہمارا مقصد ہے۔ ڈونالڈ ٹرمپ کا نام لئے بغیر بھاگوت نے کہا کہ ترقی یافتہ ملک کیا کرتے ہیں، وہ آپ کے کاروبار کو ہر ملک میں پھیلانا چاہتے ہیں، اس کے ذریعے وہ اپنی شرائط کو منوانا چاہتے ہیں۔ موہن بھاگوت نے اسٹیج سے برطانیہ میں اپنے ایک سفر کے دوران پیش آنے والے ایک واقعہ کا ذکر کیا۔ موہن بھاگوت نے بتایا کہ برطانیہ میں آر ایس ایس کے کارکنوں سے بات چیت کے دوران معلوم ہوا کہ بات چیت میں الفاظ کے معنی مختلف ہو جاتے ہیں۔ بھاگوت نے بتایا کہ وہاں انہیں ایک آر ایس ایس کارکن نے مشورہ دیا تھا کہ لفظ ''نیشنلزم'' کا استعمال نہ کریں کیونکہ انگریزی ہماری زبان نہیں ہے اور انگلینڈ میں اس لفظ کے معنی مختلف نکالے اور سمجھے جا سکتے ہیں۔ واضح رہے کہ لفظ نیشنلزم پر موہن بھاگوت کا یہ بیان ایک ایسے وقت میں سامنے آیا ہے جبکہ پورے ملک میں سی اے اے اور این آر سی کے خلاف جاری احتجاج میں حصہ لینے والوں کو ہندوتو عناصر اسی لفظ کے حوالے سے نشانہ بناتے ہوئے انہیں ملک مخالف اور **''اینٹی نیشنل''** قرار دے رہے ہیں۔ موہن بھاگوت نے اس واقعہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ آپ ''نیشنلزم'' لفظ استعمال نہ کریں۔ آپ نیشن کہیں گے چلے گا، نیشنل کہیں گے چلیگا، نیشنلٹی کہیں گے چلے گا، نیشنلزم نہ کہیں کیونکہ نیشنلزم کا مطلب ہوتا ہے ہٹلر، نازی ازم، فاشزم۔ موہن بھاگوت نے اپنی تقریر کے دوران کہا کہ اگر ہم دیکھیں کہ ملک سپر پاور بن کر کیا کرتا ہے؟ وہ ساری دنیا کے ذرائع خود کے لئے استعمال کرتے ہیں، ساری دنیا پر اپنا ہی رنگ چڑھانے کی کوشش کرتے ہیں، یہ سب چلتا ہے اور چل رہا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ نیشنلزم (قوم پرستی یا راشٹرواد) کا لفظ آج دنیا میں اچھا معنی نہیں رکھتا۔

امریکی کمیشن برائے مذہبی آزادی نے سی اے اے پر تنقید کی

امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ کے دورۂ ہند سے قبل ڈیموکریٹ پارٹی کے سینئر اور بااثر رہنما ایمی بیرا اور ری پبلکن پارٹی کے لیڈر جارج ہولڈنگ پر مشتمل امریکی وفد نے نئی دہلی میں حکام سے ملاقات میں شہریت ترمیمی قانون پر اپنی شدید تشویش کا اظہار کیا ہے۔ ہندنژاد ایمی بیرا امریکی کانگریس کی ہاؤس کمیٹی آن ایشیا اینڈ ایشیا پیسیفک کے چیرمین ہیں۔ ایمی بیرا اور ہولڈنگ دونوں امریکی کانگریس میں انڈیا کاکس کے مشترکہ چیرمین بھی ہیں۔ ہندوستانی خارجہ سکریٹری ہرش شیر نگلا سمیت دیگر حکام کے ساتھ ملاقات کے بعد ایمی بیرا نے میڈیا سے بات چیت کے دوران کہا کہ ''ہم نے کشمیر میں لگاتار سیاسی لیڈروں کی گرفتاری پر تشویش ظاہر کی ہے اور حکومت سے کہا ہے کہ وہ امریکی کانگریس کے ایک وفد کو جموں کشمیر کے دورے پر لے جائے تاکہ وادی کی صورت حال کا پتہ چل سکے'' ری پبلکن پارٹی کے رکن جارج ہولڈنگ کا کہنا تھا کہ ہمارے پاس کشمیر کے حوالہ سے کئی سوالات ہیں، میرا یہ ٹھوس یقین ہے کہ کشمیر میں اقتصادی ترقی میں اضافہ کرنے سے ہی کامیابی ملیگی۔ اور یہ اسی وقت ہو سکے گا جب وہاں ایک مستحکم سیاسی نظام قائم ہو، جو سرمایہ کاروں کو راغب کر سکے۔ امریکی کانگریس کے وفد نے مودی حکومت کی طرف سے منظور کردہ شہریت ترمیمی قانون پر بھی تشویش کا اظہار کیا، ان کا کہنا تھا کہ اگر یہ قانون باقی رہتا ہے تو مسلمان ووٹ کے حق اور ریاست سے محروم ہو جائیں گے۔ ہندوستانی حکومت کو اقلیتوں کو تحفظ فراہم کرنا چاہئے اور ملک کے سیکولر ڈھانچے کو کمزور نہیں کرنا چاہئے۔ ایمی بیرا نے کہا کہ ہم نہیں چاہتے کہ ہندوستان اپنا سیکولر کردار کھو دے، یہی وہ خوبی ہے جو اس خطے میں دیگر ممالک سے ممتاز کرتی ہے۔ ہم نہیں چاہیں گے کہ ہندوستان اپنے وقار سے محروم ہو جائے۔ (بحوالہ روزنامہ انقلاب)

اقوام متحدہ کے جنرل سکریٹری کو ہندوستانی مسلمانوں کی صورت حال پر تشویش

پاکستان کے دورے پر گئے اقوام متحدہ کے جنرل سکریٹری انتونیو گتریس نے جموں کشمیر کی صورت حال اور شہریت ترمیمی قانون کو لے کر بڑا بیان دیا ہے، انہوں نے کہا کہ ہندوستانی پارلیامنٹ میں پاس کیے گئے شہریت ترمیمی قانون کی وجہ سے بیس لاکھ لوگوں کے بے وطن ہونے کا خطرہ ہے۔ ان میں سے زیادہ تر مسلمان ہیں۔ انہوں نے کہا مجھے اس بارے میں فکر ہے۔ پاکستانی اخبار 'ڈان' کو دیے گئے ایک انٹرویو میں جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا وہ ہندوستان میں اقلیتوں کے خلاف بڑھ رہے تعصب کو لے کر فکرمند ہیں؟ اس کے جواب میں انٹونیو گتریس نے کہا ''جب بھی شہریت سے متعلق قوانین میں تبدیلی کی جاتی ہے تو اس طرح کی کوشش کی جاتی ہے کہ بے وطنی کی صورت حال پیدا نہ ہو اور اس بات کا یقین کیا جا سکے کہ دنیا کا ہر شہری کسی نہ کسی ملک کا شہری بھی ہو۔ واضح رہے کہ اس سے پہلے اقوام متحدہ کے سربراہ انٹونیو گتریس نے جموں کشمیر کے حالات پر بھی تشویش کا اظہار کیا تھا جس کے جواب میں ہندوستانی حکومت نے کہا تھا کہ یہ علاقہ ہندستان کا اٹوٹ حصہ ہے اور رہے گا، اور جس چیز پر سب سے زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے وہ ہے پاکستان کی طرف غیر قانونی طریقہ پر قبضہ کیے گئے علاقوں کے مسئلہ کو حل کرنا۔ گتریس نے جموں کشمیر کے مسئلہ پر دونوں ممالک کے درمیان ثالثی کی پیش کش کی تھی، اس پر وزارت خارجہ کے ترجمان رویش کمار نے کہا کہ کشمیر مسئلہ پر ثالثی کا کوئی کردار نہیں ہے۔ ہندستان کی پوزیشن بدلی نہیں ہے، اس آگے کوئی مسئلہ ہے تو اس پر دو طرفہ تبادلہ خیال ہوگا تیسری پارٹی کے لیے ثالثی کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ دریں اثنا شہریت ترمیمی قانون (سی اے اے) اور مجوزہ نیشنل رجسٹر آف سٹیزنس (این آر سی) پر چھڑی بحث کے دوران اقوام متحدہ کے جنرل سکریٹری کے بیان پر بھی ہندوستان نے اپنے ردعمل کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ سی اے اے میں کسی کے شہریت جانے کا کوئی سوال نہیں ہے۔ (بحوالہ انقلاب)

اعـــلان مفقـــود الخبـــری

معاملہ نمبر ۱۵/۱۷/۱۴۴۱ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ دارالقضاء جامتاڑا جھارکھنڈ)

شبنم خاتون بنت محمد عطاؤل انصاری مقام مکرکیندا ڈاکخانہ چودھری نواڈیہہ ضلع دیوگھر جھارکھنڈ۔ فریق اول

بنام

نظرول انصاری ولد محبوب انصاری مقام بیجناتھ پور ٹولہ پراس بنیاں ڈاکخانہ مہواڈابر ضلع دیوگھر جھارکھنڈ۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء جامتاڑا جھارکھنڈ میں عرصہ پانچ سال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۴؍ شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۹؍ مارچ ۲۰۲۰ء بروز اتوار بوقت ۹؍ بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168

Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233

رابطہ اور واٹس اَپ نمبر Call & Whatsapp-Mobile: 9576507798

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔

Facebook Page: http//@imaratshariah

Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ مزید مفید و دینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ @imaratshariah کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)

بقیہ اجمل سلطان پوری ...... میں ایک بند کا اضافہ کیا تھا، جو ان کے مزاج سے میل تو نہیں کھاتا تھا بلکہ کہنا چاہیے کہ یہ بند مخمل میں ٹاٹ کے پیوند کی طرح تھا، لیکن ان کی خواہش اور محرومیوں کی لمبی داستان آپ اس نظم کے ایک بند میں پڑھ سکتے ہیں، کہتے ہیں ؎

یہ بھوکا شاعر پیاسا کوی — سسکتا چاند سلگتا روی
ہو جس مدرا میں ایسی چھوی — کرادے اجمل کو جلپان

اجمل سلطان پوری سے میری ملاقات کبھی نہیں ہوئی، لیکن ان کی بہت ساری نعتیں میں نے اپنی بیاض میں نقل کر رکھی تھیں اور میں انہیں بچپن میں بہت جھوم جھوم کر پڑھا کرتا تھا، انہوں نے جتنا لکھا، سب چھپ نہیں سکا، چھپوانے کے لیے روپے چاہیے وہ ان کے پاس نہیں تھے، پھر بھی مختصر کتابچہ کی شکل میں جھرمٹ، جلوہ حرم، خورشید عرب، مہمان عرش، دیار حرم، پرچم نور، روح تبسم، کلام اجمل، جذبات اجمل شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں، نثر میں بھی ''خون کے دھبے'' اور ''سفر ہی تو ہے'' مشہور و معروف ہیں، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

بقیہ خط نستعلیق کیسے ایجاد ہوا ...... حروف تہجی میں اضافے کی ضرورت کو دوسرے خطوں میں پورا کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ عربی سے زیادہ حروف تہجی فارسی میں ہیں اور اس سے بھی زیادہ اردو میں۔ اس کے ساتھ نئے طرز متعارف ہوئے۔ یہی وہ عمل ہے جس کے نتیجے میں خطہ ایران کے منشیوں یا کاتبوں نے خط تعلیق کی بنیاد رکھ دی اور اسی سے بعدازاں نستعلیق نے جنم لیا۔ تعلیق کے معنی لٹکانا، چپکانا اور جوڑنا ہیں۔ تعلیق ایک رواں خط ہے جس میں قلم رکتا نہیں۔ یہ سرعت سے لکھنے کی ضرورت کو زیادہ آسانی سے پوری کرتا ہے۔ اس میں حرف ہی نہیں دوسرے لفظ بھی جوڑ دیے جاتے ہیں تاکہ قلم کی سیاہی ختم ہونے تک روانی قائم رہے اور دوات میں اسے تب ہی ڈبویا جائے جب لازمی ہو۔ اس میں جن دو خطوں نے مدد کی وہ رقعہ یا رقاع اور توقیع ہیں۔ اس خط کے لکھنے میں سہولت اور رفتار دونوں کا خیال رکھا گیا اور یہ زیادہ شکستہ صورت میں بھی موجود ہے۔ یہ دکھنے میں بہت جاذب اور خوبصورت لگتا ہے۔ رفتار کی وجہ سے سرکاری مراسلت اسی خط میں ہوتی تھی۔ پس اسے خطِ ترسل بھی کہا گیا۔ ایک دور میں اس کو مشرقی ممالک میں بہت فروغ حاصل ہوا۔ امرا اور سلاطین اس خط کو بہت پسند کرتے تھے۔ ایران میں ارتقا پذیر ہونے والے اس خط میں غالباً خطے کی قبل از اسلام روایات اور تحریری مہارت کا بھی عمل دخل ہے۔ اس خط کا موجد حسن بن حُسین بتلایا جاتا ہے۔ تاہم موجد کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس خط کو ترقی دینے والوں اور اولین اساتذہ میں خواجہ ابوالعال، احمد بن علی شیرازی، منصور بن محمد بھبھانی، سلطان علی مشہدی، درویش عبداللہ منشی، نجم الدین مسعود، شہاب الدین، خواجہ تاج سلیمانی، محمد اسفزاری، ابراہیم استرآبادی، خواجہ اختیارالدین، عبدالحئی منشی استرآبادی اور دیگر شامل ہیں۔ وقت نے اس خط کو کم وبیش متروک کر دیا ہے اور اب یہ صرف خطاطوں کے درمیان رہ گیا ہے لیکن دراصل یہی وہ خط ہے جس نے نستعلیق اور نستعلیق شکستہ کے لیے راہ ہموار کی جو دنیا کے بعض خطوں میں آج بھی مقبول ہے۔

ملی سرگرمیاں

(از: مفتی محمد سہراب ندوی)

مونگیر: سی اے اے، این آر سی اور این پی آر کے خلاف دھرنا میں امڈا عوام کا سیلاب

سی اے اے، این پی آر اور این آر سی کے خلاف بی جے پی مخالف سیکولر پارٹیوں کی اپیل اور امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کی حمایت میں تاریخی اور انقلابی شہر مونگیر کی دھرتی پر بڑی تعداد میں لوگوں نے دھرنا و مظاہرہ میں حصہ لیا، شہید اسمارک کے سامنے میدان میں دھرنا دیا گیا، لوگوں کی اتنی بڑی تعداد اس دھرنا میں شریک ہونے آئی کہ دھرنا کی جگہ کم پڑ گئی، دھرنا میں تمام مذاہب کے مرد و خواتین نے شرکت کی، اس دھرنا میں مسلمان، سکھ، عیسائی، ہندو سماج کے کمزور و مظلوم طبقات، او بی سی، ایس سی ایس ٹی، اور بڑی ذات کے سیکولر لوگوں نے بھی حصہ لیا، اور مرکزی سرکار کے سیاہ قانون کی سخت مخالفت کی، یہ دھر پرامن رہا، اس میں کئی سرکردہ شخصیتوں نے خطاب کیا، جن میں جتندر کشواہا ضلع صدر رالوسپا، جیون شری واستو ریاستی جنرل سکریٹری، سدھیر منڈل ریاستی ترجمان، محمد اعظم سماجوادی پارٹی، مونی لال منڈل یوا صدر ضلع مونگیر، روی کانت جھا، مونگیر، محمد عنایت اللہ ضلع صدر لوک سمتا پارٹی، رنجیت یادو صدر سماجوادی پارٹی، مونگیر، قاضی رضی احمد دارالقضاء امارت شریعہ خانقاہ مونگیر، مولانا محمد خالد رحمانی، مولانا رضاء الرحمان رحمانی استاذ جامعہ رحمانی مونگیر، سماجی کارکن ظفر احمد شامل ہیں اور سی اے اے، این پی آر اور این آر سی کی خطرناکی کو لوگوں کے سامنے واضح کیا، ان شخصیتوں نے کہا کہ سرکار کو نوشتہ دیوار پڑھ لینا چاہئے، ہندوستان اور ہندوستان سے باہر ہو رہی مخالفت کی آواز کو محسوس کرنا چاہئے، اور اپنے قدم پیچھے کھینچنا چاہئے، جب کہ سرکار ضد پر اڑی ہوئی ہے، اور ایک خراب قانون کو ملک کے مفاد میں بتا رہی ہے، سرکار کو ایک دن جھکنا ہوگا، یہ ملک جمہوری ملک ہے، عوام سے بڑی طاقت کوئی طاقت نہیں ہوتی ہے، اس سے سرکار بنتی ہے، اور بگڑتی ہے۔ اس دھرنا میں سیاسی لیڈروں، کارکنوں اور سماج کے ہر طبقہ و ذات کے لوگوں کے علاوہ امارت شرعیہ کے قاضی، جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر کے اساتذہ، طلبہ اور کارکنان نے جم کر حصہ لیا۔

مونگیر میں خواتین کے احتجاجی دھرنا کا تیسواں دن مکمل

بے روزگاری تعلیم، صحت، نوکری و ملازمت، امن و سکون، عدل و انصاف اور مساوات وغیرہ سے ذہن ہٹانے کے لیے سی اے اے این پی آر این آر سی لائی گئی ہے، یہ باتیں شہید عبدالحمید چوک مونگیر میں سی اے اے کے خلاف خواتین کے غیر معینہ احتجاجی دھرنے کے تیسویں دن موجود جم غفیر کو خطاب کرتے ہوئے امارت شرعیہ، پٹنہ کے قاضی جناب مولانا رضی احمد صاحب دارالقضاء خانقاہ رحمانی مونگیر نے کہیں کہ جس طرح اس ملک کی فاشسٹ طاقتیں سیکولر اقدار کو ختم کر کے مذہب کی بنیاد پر تقسیم کرنے کی کوشش کر رہی ہیں، وہ انتہائی خطرناک قدم ہے، جس کو اب صرف اس ملک کے عوام ہی روک سکتے ہیں۔ سی اے اے، این پی آر اور این آر سی کے خلاف شہید عبدالحمید چوک مونگیر کا دھرنا اور احتجاج عوام کا احتجاج بن چکا ہے جس میں دور دراز کے علاقوں سے بھی خواتین، طلبہ اور سماجی کارکنان کثیر تعداد میں پہنچتے ہیں، خواتین کی خاصی تعداد سڑکوں پر دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ عوام میں اس قانون کے خلاف سخت نفرت ہے اور اسی لئے وہ سڑکوں پر ہیں اس لئے مرکزی حکومت کو چاہئے کہ شاہین باغ، سبزی باغ اور ملک کے دوسرے حصوں میں جس طرح اس قانون کے خلاف دھرنا اور مظاہرہ ہو رہا ہے اسے دیکھتے ہوئے فوری طور پر اس قانون کو واپس لے ورنہ مظاہرین کی تعداد روز بروز بڑھتی جائے گی۔ سرکار لوگوں کو الجھانے کے بجائے اس ملک میں رہنے والے لوگوں کے فائدہ اور ترقی کے کام کرے، ملک کی اقتصادی حالت بالکل کمزور ہوگئی ہے، مہنگائی روز بروز آسمان چھوتی جا رہی ہے، حال ہی میں ایک گیس سلنڈر پر ۱۵۰؍روپئے کا اضافہ ہوگیا ہے، سرکار کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے، سرکار کو یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ عوام سے چن کر آئی ہے، جب عوام کا بھلا ہی وہ نہیں کر سکے گی تو ایسی سرکار اکھاڑ کر ایک دن پھینک دی جائے گی۔

حکومت ایس سی / ایس ٹی، کمزور اور مظلوم طبقات کے ریزرویشن کے تحفظ کے لیے مضبوط قانون بنائے: امارت شرعیہ

امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے سرکاری ملازمتوں کے اندر پرموشن میں ایس سی/ ایس ٹی یا پسماندہ طبقات کے لیے ریزرویشن کے مسئلہ پر سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلہ کو غلط فہمیوں پر مبنی قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ فیصلہ ایس سی ایس ٹی، پچھڑے اور دیگر کمزور و مظلوم طبقات کو نقصان پہونچانے والا ہے، سپریم کورٹ نے مکیش بنام اتراکھنڈ حکومت معاملہ میں پرموشن میں ریزرویشن کو بنیادی اور آئینی حق نہیں مانا ہے اور اسے حکومت کے صوابدید پر مبنی معاملہ بتایا ہے، اس کے لیے مرکز اور اتراکھنڈ میں برسر اقتدار بھارتیہ جنتا پارٹی کی حکومت ذمہ دار ہے۔ بی جے پی کی حکمرانی والے اتراکھنڈ کے وکیلوں نے اپنی غلط دلیلوں کے ذریعہ سپریم کورٹ کو غلط فہمی میں مبتلا کیا ہے۔ اس سے ریزرویشن ختم کرنے کی آر ایس ایس اور بی جے پی کی منشاء صاف سمجھ میں آتی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے آر ایس ایس کے ترجمان من موہن ویدیہ نے ریزرویشن کو علیحدگی پسندی کو بڑھاوا دینے والا بتاتے ہوئے اسے ختم کرنے کی وکالت کی تھی آر ایس ایس سربراہ موہن بھاگوت نے بھی کئی بار ریزرویشن مخالف بیان دیا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بی جے پی ریزرویشن مخالف ہے اور دلتوں اور آدی واسیوں کے مفاد کے خلاف ہے۔ مولانا موصوف نے کہا کہ آئین میں سماجی اعتبار سے محروم اور مظلوم طبقوں کو انصاف دلانے اور انکی فلاح و بہبود، نیز مین اسٹریم سے قریب کرنے کے ریزرویشن کا ضابطہ رکھا گیا ہے، ریزرویشن پر قدغن لگانا کمزوروں اور مظلوم طبقات کو انصاف سے محروم کرنے کے مرادف ہے، اس لیے سرکار کی ذمہ داری ہے کہ ایس سی /ایس ٹی، دلت، آدیباسیوں اور دیگر کمزور و مظلومطبقات کے ریزرویشن کے تحفظ کے لیے حکومت ٹھوس اقدام کرے اور اس کے لیے پارلیامنٹ سیمضبوط قانون پاس کرے تاکہ ریزرویشن محفوظ ہو سکے اور اس پر کسی قسم کا چیلنج نہ کیا جا سکے۔

قائم مقام ناظم امارت شرعیہ نے کانگریس سمیت تمام اپوزیشن جماعتوں سے بھی اپیل کی ہے کہ وہ کمزوروں اور مظلوموں کی آواز پارلیامنٹ میں اٹھائیں اور حکومت کو ریزرویشن کے تحفظ کے لیے قانون بنانے کو مجبور کریں۔ انہوں نے بی جے پی کی حلیف ان جماعتوں جو دلتوں کے نام پر سیاست کرتے ہیں سے بھی اپیل کی ہے کہ وہ حکومت سے سپریم کورٹ کے اس حکم پر نظر ثانی کے لیے فوری مداخلت کرنے کا مطالبہ کریں، تاکہ ریزرویشن کا انتظام پہلے کی طرح ہی برقرار رہے۔

آئینی حقوق کی حفاظت کے لیے آخری دم تک اس لڑائی کو جاری رکھیں گے: مولانا شبلی القاسمی

سی اے اے، این آر سی اور این پی آر کے خلاف گاندھی میدان کل جماعتی دھرنا میں سبھی پارٹیوں نے کیا قانون کی واپسی کا مطالبہ

مورخہ ۱۵؍فروری ۲۰۲۰ء کو شہری ترمیمی قانون اور این پی آر کے خلاف گاندھی میدان میں منعقد کل جماعتی دھرنا میں جس کی حمایت کا اعلان امارت شرعیہ نے بھی کیا تھا، این ڈی اے پارٹیوں کے علاوہ سبھی پارٹیوں کے لوگوں نے شرکت کی دھرنا میں پٹنہ کے مختلف حلقوں سے مختلف مذاہب اور پارٹی کے لوگوں کی بڑی تعداد میں شرکت کی دھرنا سے سابق وزیر اعلی و قومی صدر ہم پارٹی جیتن رام مانجھی، سابق مرکزی وزیر و قومی صدر رالوسپا اوپیندر کشواہا، مولانا محمد شبلی القاسمی قائم مقام ناظم امارت شرعیہ، راجد لیڈر و سابق اسپیکر حکومت بہار ادے نارائن چودھری، سی پی آئی لیڈر ست نارائن جی بھاکپا مالے نیتا کیڈی یادو، وی آئی پی پارٹی کے نیتا بال گووند، کانگریسی لیڈر مشرف علی، رگھو پتی سنگھ نیتا جن ادھیکار پارٹی، پریم چندر سنگھ، سندیپ سنگھ، سورج نارائن سین جن ادھیکار پارٹی، مفتی ثناء الہدی قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ، مولانا سہیل احمد ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ، مفتی وصی احمد قاسمی، مولانا سہیل اختر قاسمی، مولانا محمد عالم قاسمی، مولانا معین الدین قاسمی، سماجی کارکن سید مسیح الدین، سماجی کارکن محترمہ گلفشاں سگن، محترمہ کہکشاں پروین، محترمہ ریکھا گپتا، پریم چندر سنگھ، ببن یادو، رکن اسمبلی بہار جناب محبوب عالم وغیرہ حضرات نے خطاب کیا۔

تمام مقررین نے سی اے اے، این پی آر اور این آر سی کے مضر اثرات سے لوگوں کو واقف کرایا اور کہا کہ یہ کالا قانون دیش کے سبھی باشندوں کو چاہے وہ کسی دھرم کے ہوں غلام بنانے والا اور ملک کی جمہوریت اور اس کی سنسکرتی کو ختم کرنے والا قانون ہے سبھی مقررین نے مرکزی حکومت کی جانب سے مسلسل جھوٹ بولنے کا پردہ فاش کیا، انہوں نے بتایا کی سرکار ہر سطح پر ناکام ہوگئی ہے، بے روزگاری اور مہنگائی اپنے شباب پر ہے، روپئے کا ویلو ہر دن کم ہوتا جا رہا ہے، سرکاری اثاثے پرائیوٹ ہاتھوں میں جا رہے ہیں، اور اپنے من پسند سرمایہ داروں کے ہاتھوں اسے بیچا جا رہا ہے، ملک ایک بار پھر بدعنوانی، نفرت، تعصب، بے روزگاری، بھید بھاؤ اور بدعنوانی کی غلامی میں جکڑ گیا ہے، اس لیے دیش کی جنتا ایک بار پھر دیش میں آزادی چاہتی ہے۔ مقررین نے کہا کہ یہ لڑائی جاری رہے گی جب تک اس قانون کو واپس نہیں لیا جاتا، مقررین نے کہا کہ ملک کی خواتین اس مہم میں شامل ہیں، خواتین کی بڑی طاقت ہوا کرتی ہے، انہوں نے کہا کہ جمہوریت میں عوامی طاقت ہی اصل ہوا کرتی ہے، ضد، ہٹ دھرمی اور طاقت کے استعمال سے حکومت نہیں چلا کرتی، انہوں نے کہا کہ اس قانون نے ہر ہوش مند شہری کو بے چین کر دیا ہے، اور اسے خود سے زیادہ اپنے بھائیوں کی آواز بننے کی ہمت دی ہے جو پہلے دیکھنے کو کم ہی ملتا تھا، سبھوں نے مشترکہ طور پر وزیر اعلی ریاست بہار سے مطالبہ کیا کہ اسمبلی سے این پی آر کے خلاف تجویز منظور کر کے بہار میں اسے لاگو نہ کرنے کی یقین دہانی کرائیں۔ یہ خوش آئند بات ہے کہ فرقہ پرست طاقتیں جن کا مشن ہی ہندوستانیوں کے درمیان خلیج کو بڑھاوا دینا تھا، لڑاؤ اور حکومت کرو کی جن کی پالیسی تھی، لیکن اس ملک کے باشندوں نے یہ ثابت کر دیا کہ ہم اس ملک میں کل بھی ایک تھے اور آج بھی ایک ہیں، ہم نے کل بھی اس ملک کی آزادی کو ایک ساتھ مل کر حاصل کیا ہے اور آج بھی اگر کوئی فرقہ پرست جماعت ہمارے بھائی چارہ کو ختم کرنے کی کوشش کریگی تو ہم اس کا منھ توڑ جواب دیں گے، اور ان کے ناپاک منصوبہ کو بالکل بھی کامیاب نہیں ہونے دیں گے حکومت ملک اور یہاں کے شہریوں کے بنیادی مسئلے حل کرے اور کالا قانون فوراً واپس لے۔ مقررین نے مزید فرمایا کہ سی اے اے قانون شہریت چھیننے والا قانون ہے اور اس سے تمام مذاہب اور ادیان کے لوگ متاثر ہوں گے، شہریت دینے کا قانون اس ملک میں پہلے سے موجود ہے۔

دھرنا کو کامیاب بنانے میں سبھی سیاسی جماعتوں کے ساتھ جناب سمیع الحق صاحب، جناب اشرف علی، جناب اصغر علی، جناب ہمایوں اشرف اور جناب مفتی وصی احمد قاسمی صاحب نائب قاضی امارت شرعیہ، مولانا ارشد رحمانی صاحب، جناب سادھو شرن جی، مولانا اعجاز کریم قاسمی، مولانا احمد حسین قاسمی صاحب، مولانا نصیر الدین صاحب مظاہری، مولانا عبدالستار، مولانا گوہر امام صاحب، مولانا اقبال سعادتی صاحب، قاری امام الدین وغیرہ حضرات نے اہم رول ادا کیا، پروگرام کی نظامت جناب اعجاز احمد صاحب جنرل سکریٹری جن ادھیکار پارٹی نیا نجام دیا۔

Volume:60/70,Issue:08 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

تیرا جرم بے گناہی ہر اک گنہ سے بڑھ کر
کہ نہ زندگی کو سمجھا نہ عطاء حق برتر
(امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی مدظلہ)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

ملک کے موجودہ حالات اور ہماری ذمہ داریاں

مولانا فیصل احمد ندوی بھٹکلی

اس وقت ہمارا ملک جن ناگفتہ بہ حالات سے گزر رہا ہے اور حکومت کے خلاف جس طرح سراپا احتجاج بنا ہوا ہے، آزادی کے بعد سے ملک کی تاریخ میں ایسا کبھی نہیں ہوا، کیا جوان کیا بوڑھے، کیا مرد کیا عورت کیا بچے کیا بچیاں، سب بیک آواز سڑکوں پر نکل آئے ہیں۔ کہیں احتجاجی ریلیاں ہے، تو کہیں ہنگامہ خیز جلسے، کہیں خاموش جلوس تو کہیں پرشور ہجوم، کہیں ہزاروں میں اکٹھا تو کہیں لاکھوں کی تعداد میں جمع ہوکر لوگ ایوان میں لرزہ ڈال رہے ہیں، کہیں آزادی کے فلک شگاف نعرے ہیں، کہیں CAA, NRC اور NPR کے خلاف زبردست آواز سنائی دے رہی ہے تو کہیں بہرصورت ان کی مخالفت کے لیے حلف اٹھائے جارہے ہیں۔ اس میں نہ مذہب اور دھرم کی کوئی قید، نہ اونچ نیچ کا فرق۔ ایک بھیڑ ہے جو بلاتفریقِ مذہب وملت گھروں سے نکل نکل کر امڈی آرہی ہے۔ نہ پولس اسکی ہم راز اور نہ قومی میڈیا اس کی آواز۔ لیکن سب کو اندازہ ہوگیا ہے کہ نہ یہ آواز تھمنے والی ہے نہ بھیڑ چھٹنے والی ہے۔ آئے دن اس میں تیزی اور اضافہ ہی ہورہا ہے۔ اس لئے کہ یہ احتجاج نہ وقتی جوش کا نتیجہ ہے نہ شہرت یا کسی معمولی مقصد کے لئے ہے، بلکہ یہ ظلم کے خلاف اٹھنے والی ایک فطری آواز ہے، موت وزیست کا مسئلہ ہے، یہ احتجاج برائے انقلاب نہیں بلکہ برائے حیات ہے، اسی لئے باوجود اس کے کہ سرکاری طور پر بڑے پیمانے پر تشدد کیا گیا، لاٹھی ڈنڈے برسائے گئے، سر پھوٹے، ہڈیاں ٹوٹیں، گولیاں برسائی گئیں، قیمتی جانیں تلف ہوئیں، جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا گیا، جائیدادوں کو تباہ کیا گیا لیکن استقلال میں جنبش نہیں ہوئی۔

احتجاج کرنے والے انتہائی پرعزم ہیں۔ موسم کی سختیوں اور حکومت کی زیادتیوں کے باوجود ان کے پایۂ ثبات میں لغزش نہیں آئی۔ بلکہ دن بدن جوش جنوں میں اضافہ ہورہا ہے اور جذبۂ اندرون بڑھتا ہی جارہا ہے۔ شاہین باغ کی طرح اب جگہ جگہ خواتین اپنے بچوں کے ساتھ سڑکوں پر رات گزار رہی ہیں۔ ایک لیڈی نے یہاں تک اپنے عزم کا اظہار کیا ہم اس پر بس نہیں کریں گے کہ حکومت یہ بل اور قانون واپس لے بلکہ ہم مودی حکومت کو گرا کر دم لیں گے۔ ایک ہندو لیڈر نے کہا: ہم اس بل اور قانون کو واپس لینے پر اپنا آندولن ختم نہیں کریں گے بلکہ حکومت کی ہر سازش کو بے نقاب کریں گے اور ای وی ایم کے خلاف بھی تحریک چلائیں گے۔

ایک بڑی خوش آئند بات یہ ہے کہ انسانی حقوق کی بین الاقوامی تنظیموں نے اس احتجاج پر سنجیدگی برتنے کا نوٹس لیا ہے اور عالمی میڈیا نے ان خبروں کو کوریج کیا ہے اور ان کو اہمیت دی ہے۔ حکمراں جماعت اور ان کے حواری بوکھلاہٹ کا شکار ہیں۔ وہ حواس باختہ ہیں ان کے ہوش ٹھکانے پر نہیں ہیں۔ ہڑبڑاہٹ میں کبھی کوئی سازش رچی جارہی ہے، کبھی کوئی نئی کوشش کی جارہی ہے، مگر ہر سازش طشت از بام اور ہر کوشش ناکام ہورہی ہے، مس کال (MissedCall) کی مہم چلائی گئی مگر بری طرح فیل ہوگئی، آدھا ہدف بھی حاصل نہیں ہوسکا، کرتا ٹوپی پہن کر چلتی ٹرین پر پتھراؤ کر کے مسلمانوں کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی، مگر مجرم پہچانے گئے۔ برقع اڑھا کر اپنی عورتوں کو مسلم محلوں میں سیدھی سادی عورتوں کو گمراہ کرنے کے لئے اور NRC کی تائید میں دستخط لینے کیلئے سازش رچی گئی لیکن پردہ فاش ہوگیا، اور کیا کیا کھیل نہیں کھیلا گیا لیکن اللہ کا شکر ہے کہ عوام اب بیدار ہوچکے ہیں، اس لئے ہر قدم پر حکومت کو منہ کی کھانی پڑ رہی ہے۔ ان سب کا نتیجہ یہ ہے کہ ایوان حکومت تھرارہا ہے بہت سے لوگ سادہ لوحی میں یہ سمجھتے ہیں کہ اتنا کچھ ہونے کے باوجود حکومت ٹس سے مس نہیں ہورہی ہے ہم ایسے لوگوں کو یقین دلانا چاہتے ہیں یہ جو کچھ آپ کو نظر آتا ہے گیڈر بھپکیاں ہیں، ورنہ شروع سے تمام حالات پر جن کی نظر ہے وہ قطعی جانتے ہیں کہ حکومت کے لب ولہجے میں فرق آچکا ہے NPR کے مجوزہ شرائط میں بھی کچھ تخفیف کردی گئی ہے۔ صرف اتنا ہے جس کی وجہ سے صاف پیچھے ہٹتے اور قانون واپس لیتے اسے ہچکچاہٹ ہورہی ہے، لیکن اب بہت دن یہ انداز نہیں چل سکتا اس کو پیچھے ہٹنا ہی پڑے گا اور عوام کے مطالبے کے آگے غرور سر کو جھکانا ہی پڑے گا۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم مطمئن بیٹھے رہیں۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ ان حالات میں ہم کیا کردار ادا کرسکتے ہیں ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں ہم اپنے فرض سے کس طرح سبکدوش ہوسکتے ہیں؟ مندرجہ ذیل نکات میں ہم اس کی کچھ وضاحت کرسکتے ہیں:۔ (۱) ملک بھر میں وسیع پیمانے پر جو احتجاجات ہورہے ہیں۔ ہم اپنے طور پر ان کو طاقت پہنچائیں۔ اس کی آسان صورت یہ ہے کہ اپنے اپنے گاؤں/شہر میں جہاں احتجاج ہورہے ہیں ان میں شامل ہوجائیں، اور اس احتجاج کو پرامن رکھنے کی پوری کوشش کریں۔ (۲)۔ CAA، NPR اور NRC کی حقیقت لوگوں کو اچھی طرح اس حد تک سمجھائیں کہ وہ حکومت کی نیت کو جان سکیں اس کے عزائم اور منصوبوں کو سمجھ سکیں اور حکمراں ٹولے کے کسی بھی پروپیگنڈے سے متاثر نہ ہوں اور ان کے کارندوں کی کسی سازش کے ہتھے نہ چڑھیں اور ان کے دام میں گرفتار نہ ہوں۔ جو لوگ ان قوانین کی تفصیلات سے آگاہ ہیں انہیں کوئی شبہ نہیں کہ یہ شہریوں کے بنیادی حقوق پر حملہ ہے، ملک کے دستور اور آئین پر حملہ ہے اور اس کو سیکولر جمہوری ملک کے بجائے فاشسٹ ملک بنانے کی طرف خطرناک قدم ہے۔ اور نہ صرف یہ مسلمانوں کے لئے پریشانیوں کا باعث ہے بلکہ برہمنوں کے علاوہ ملک کے ہر باسی کے لئے خطرہ کا الارم ہے۔ (اور برہمن اس ملک میں صرف ساڑھے تین فیصد ہیں) یہ تفصیل بھی سب کے علم میں جائے کہ آسام کی این آر سی میں سولہ سو کروڑ روپے خرچ ہوئے اور پچاس ہزار کارندے اس میں لگائے گئے اور دو سال میں یہ کام مکمل ہوا اور اگر پورے ملک میں این آر سی کرائی گئی تو ۲۰۰۸ء کے حساب کے لحاظ سے کم سے کم ستر ہزار کروڑ روپئے خرچ ہونگے اور اگر ۲۰۲۰ء کے لحاظ سے اندازہ لگائیں تو ایک لاکھ بیس ہزار کروڑ سے زیادہ ہی خرچ ہوسکتے ہیں۔ اور آسام کی این آر سی کا نتیجہ یہ نکلا تقریبا تین کروڑ لوگوں کے لئے (اس لئے تمام غیر مسلموں کو شہریت دینے کی بات کہی گئی) جیل یا ڈیٹینشن سنٹر بنانے کیلئے دس لاکھ کروڑ روپئے۔ اور پھر ان کو پالنا حکومت کی مجبوری ہوگی بالفاظ دیگر ان کے لئے کھانا بجلی علاج وغیرہ کا مفت انتظام کرنا ہوگا تو اس کے لیے ہر سال تقریبا ساڑھے تین لاکھ کروڑ روپیہ خرچ کرنا پڑے گا اور ملک کی دولت اس طرح ضائع کی جائے گی۔ (۳) خدارا! ان احتجاجات کو مذہبی رنگ دینے سے باز رہیں، کوئی مذہبی نعرہ بلند نہ کریں، قومی اور ملکی شکل دیں اور سیکولرزم کی روح کو برقرار رکھیں، غیر مسلموں کے ساتھ شامل ہوں اور ان کو اپنے ساتھ لیں۔ مذہبی رواداری اور بھائی چارگی اور باہمی تعلقات کی خوشگواری کا بھرپور ثبوت دیں۔ (۴) ایک اہم کام کرنے کا یہ ہے کہ بی جے پی کے برسر اقتدار آنے کے بعد سے ملک نے ترقی کے پروپیگنڈوں کے برخلاف جو ترقی معکوس کی ہے اس کا خوب سے خوب پرچار کریں اور جو چیز تاریخ کا ریکارڈ بن چکی ہے، اس کو زیادہ سے زیادہ عام کریں مثلا: کالے دھن کو واپس لانے کے نام پر جو نوٹ بندی کا ڈھونگ رچایا گیا اس کا کیا حاصل نکلا ایک فیصد ملک میں واپس نہیں آیا اور لاکھوں کروڑوں لوگ باؤلوں کی طرح لائنوں میں کھڑے تھکن سے چور ہوئے، بیمار ہوئے اور کم سے کم ایک سو ستر لوگ زندگی سے محروم ہوگئے ان معصوم جانوں کا حساب حکومت سے مانگا جائے۔ سینکڑوں کسان قرض کے بوجھ تلے دب کر حکومت کا تعاون نہ ملنے کی وجہ سے اپنی جان دینے پر مجبور ہوئے صرف ایک ہی جگہ تین سو کسانوں نے خودکشی کی۔ گذشتہ سال کے عالمی اعداد وشمار کے مطابق صحیح علاج نہ ملنے کی وجہ سے صرف ہندوستان میں آٹھ لاکھ اسی ہزار بچے زندگی کی جنگ ہار کر موت کا شکار ہوئے پوری دنیا کے لحاظ سے ہمارے ملک کی یہ سب سے خراب صورتحال ہے اس کا ذمہ دار کون ہے؟ پڑھے لکھے اور ڈگری یافتہ لوگوں کو بھی ملازمتیں نہیں مل رہی ہیں، بے روزگاری ۴۵/ برسوں میں سب سے نچلی سطح پر ہے۔ بینک کنگال ہورہے ہیں خزانہ خالی ہورہا ہے، بینکوں پر ناقابل برداشت بوجھ ہے، سب اس کے لئے پریشان ہیں، خطرہ ہے کہ بینک بند نہ ہوجائیں اور پھر عوام کی جمع شدہ پونجی کبھی واپس نہ ملے۔ مہنگائی آسمان چھو رہی ہے، غربت وافلاس میں ہمارا ملک بہت سے غریب ملکوں سے بھی نیچے آگیا ہے لیکن اس کے باوجود امبانی کی دولت میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے جس کی تفصیل انٹرنیٹ سے معلوم ہوسکتی ہے۔ اس کی تحقیقات کا مطالبہ کیا جائے۔ حکومت کا کام امن وامان کو قائم کرنا ہے لیکن بی جے پی کے برسر اقتدار آنے کے بعد سے یہ ملک نفرتوں کی آماجگاہ بن چکا ہے ہر طرف خوف وہراس کا عالم ہے۔ یہ اور اس طرح کی بہت سے باتیں ہیں جن میں حکومت کی ناکامی روز روشن کی طرح عیاں ہے اس کی تفصیل کے لئے ایک مستقل مضمون بھی ناکافی ہے بلکہ اس کو اب کوئی اسکالر پی ایچ ڈی کا موضوع بنا سکتا ہے۔ (۵) لیکن اس سب کے باوجود ہمیں اپنے طور پر تیار رہنا چاہیے اس لیے پہلی فرصت میں ہم اپنے تمام کاغذات درست کریں۔ یہ الگ بات ہوئی کہ اگر ذمہ دار اس پر متفق ہوتے ہیں کہ ہم کوئی کاغذ جمع نہیں کریں گے تو ایسا کیجیے لیکن یہ حد درجہ بیوقوفی جہالت اور نادانی کی بات ہے کہ اس کو پیش نظر رکھ کر ہم اپنے کاغذات بھی درست نہ کریں۔ (٦) غیر مسلموں کے ہر طبقے میں حکمت کے ساتھ دعوتی کام کی رفتار بڑھائیں۔ حکمراں طبقے اور شدت پسندوں تک اسلام کی پرامن تعلیمات پہنچائیں۔ سیرت نبوی کے انسانی پہلوؤں اور رحمت کے گوشوں کو خاص طور پر اجاگر کریں۔ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو پیشین گوئیاں موجود ہیں، ان کو عام کریں کہ ہر ہندوستانی تک یہ بات پہنچ جائے۔ (۷) اور سب سے پہلے اور سب کے بعد ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ہم مسلمان، اللہ کے تابع فرمان ہیں ہمیں اپنے ایمان اور عمل کی فکر کرنی چاہئے، اپنے معاملات درست کرنے چاہئے، حقوق العباد کی ادائیگی پر توجہ کرنی چاہئے سود، رشوت، بہتان اور اس جیسے معاشرتی گناہوں سے کلی طور پر باز آجانا چاہئے اکل حلال کی فکر کرنی چاہئے، خلاصہ یہ کہ ایک پرامن شہری اور سچے مسلمان کا نمونہ پیش کرنا چاہئے، اور پھر اللہ کی صفت عزیز وقہار کے واسطے سے اور اس کی صفت فتاح کا حوالہ دے کر خصوصی دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اگر ہم نے اپنے اعمال درست کیے اللہ سے تعلق مضبوط کیا اور بیدار مغزی کا ثبوت دیا تو میدان ہمارے ہاتھ میں ہے اور کامیابی ہمارا مقدر ہے ورنہ........ اللہ نہ کرے!

WEEK ENDING-24/02/2020, Fax : 0612-2555280, Phone: 2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,

نقیب قیمت فی شمارہ -/6 روپے ششماہی -/200 روپے سالانہ -/300 روپے